

ادبیات ایران نو

محمد طاهر فاروقی

ادبیات ایران نو

مؤلفہ

مولوی محمد طاہر فاروقی

یم اے (اگرہ) دبیرِ کامل (کنسٹ) منشیِ کامل - عالمِ فاضل (الہ آباد)

ایچ۔ پی۔ اے۔ آنرز ان اردو (پنجاب)

مدرسہ شعبہ فارسی اردو اگرہ کلج۔ ممبر بورڈ آف اسٹڈیز عربی فارسی اردو
ذیکلٹی آف آرٹس اگرہ یونیورسٹی

قومی کتب خانہ ریلوے لے وڈ لاہور نے شایع کیا

خواجہ فراست حسین منہجر کے اہتمام سے
آگرہ انجیا پریس آگرہ میں

طبع ہوئی

پانچ ۱۹۳۶ء

فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۰	۲۔ عزم و ہمت	۱۳	مقدمہ
۱۹	۳۔ عزت نفس	۱۴ تا ۱۶	منظومات
۲۰	۴۔ محسن در جنگ بین الملکی	۱۳ تا ۱۴	ملک الشعر بہا خراسانی
۲۲	۵۔ تفسیر دو بیت از ابوب پیشاوری	۳	۱۔ کل الصيد فی جوف الفرا
۲۳ تا ۲۴	۶۔ آقائے حید علی کمالی اصفہانی	۶	۲۔ انکار اخلاقی و فلسفی
۲۶	۱۔ جشن فردوسی	۶	۳۔ گل پیشاویس
۲۷	۲۔ خوانند بہار ہر گاہ را	۹	۴۔ فردوسی
۲۹	۳۔ چکامہ وضعی	۱۳ تا ۱۴	جلال الملک ایرج میرزا
۳۰	۴۔ دیرانی ایران	۱۳	۱۔ قلب مادر
۳۱ تا ۳۲	۵۔ آقائے بیع از ماں خراسانی	۱۴	۲۔ در مذمت شراب
۳۱	۱۔ ایران دیروز ایران فردا	۱۵	۳۔ گفتگوئے کارگر و کارفرما
۳۲	۲۔ کوشش	۱۶	۴۔ تعارف
۳۳ تا ۳۵	۳۔ میرزا علی اکبر خاں دیخدا	۱۴	۵۔ قومی و ضعیف
۳۵	۱۔ اشعار حکمتی	۱۴ تا ۱۶	میرزا ابوالحسن خاں فروغی
۳۶	۲۔ قطعہ وضعی بسبک جدید	۱۴	۱۔ انسانیت
۳۸	۳۔ پیرزال از خانماں دور		

صفحه	عنوان	صفحه	عنوان
۶۳ تا ۶۱	آقای سید شرف الدین رشتی	۴۳ تا ۴۲	پیر وین خانہ اعصابی
۶۱	۱- شرف حال خود	۳۹	۱- قلب نجرین
۶۳	۲- عاقبت ایران	۴۲	۲- اندر نام سے حکمتی
۱۱۲ تا ۶۵	غزلیات	۴۲	۳- آیین
		۴۵	۴- مطالبہ فلسفی
۶۶	ملک الشعر بہار خراسانی	۴۶	۵- اشک شہید
۷۰	میرزا حبیب یغمانی	۵۱ تا ۴۹	میرزا ابراہیم خاں پور داؤد
۷۲	میرزا سالار شیرازی	۴۷	۱- تشخیص
۷۸	آقای سعادت نوری	۵۰	۲- پیلے
۸۳	آقای شباب کرمانشاهی	۵۱	۳- اندر
۹۱	فصیح الملک شوریدہ شیرازی	۵۱	۴- بیاد نام و باب
۹۶	میرزا عارف قزوینی	۵۱ تا ۵۲	دکتر محمود خاں افشار
۱۰۰	آقای غلام بہدانی	۵۲	۱- دوزخ
۱۰۵	میرزا فرخ خراسانی	۵۳	۲- ذرا
۱۰۹	آقای فرخی یزدی	۵۳	۳- شب و شباب
		۵۴ تا ۵۱	دکتر رضا زادہ شفق
		۵۲	۱- بیاد پیرم
		۵۸	۲- بیاد برادر م

مقدمہ

دور قاجاریہ

(۱۷۹۶ء سے ۱۹۰۶ء تک)

آقامیرزا محمد خاں قزوینی لکھتے ہیں:-
 ”بے مشبہ فارسی ادب و شاعری دو صفویہ میں انتہائی پستی میں جا پڑی تھی
 اور اس عہد میں کسی ایک شاعر کا بھی نام نہیں لیا جاسکتا جو صفت اہل کے
 شعر میں شمار کیا جاسکے۔“
 اس کی کو ذرا قاجاریہ نے پورا کر دیا۔ اور فارسی شاعری کی نکھولی ہوئی حالت و
 شہرت کو دوبارہ حاصل کرنے کا سہرا انیسویں صدی کے شعراء کے سر پہ سہا
 بولنا شبلی شعرا عجم جلد سوم میں تحریر فرماتے ہیں:-

”بران کی شاعری روو کی سے شروع ہوئی اور میرزا صائب پرختم ہو گئی۔ روو کی سے پہلے بھی شعرا گزٹے ہیں۔ مثلاً صائب کے بعد سبھی لوگوں نے طبع آزمائیاں کیں۔ لیکن یہ دونوں دور شمار کے قابل نہیں۔ اخیر دور میں قافیاں بے شبہ ایسا شخص پیدا ہوا جس نے دفعۃً شاعری کی کایا پلٹ کر دی۔ لیکن اس کی شاعری کوئی نئی شاعری نہیں۔ بلکہ اس نے سات سو برس کے بھولے ہوئے خواب کو یاد دلایا۔ اور یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ فرخی اور منوچہری نے قافیاں کا قالب خستیا کر لیا۔“

یہی رہے رضا قلی خاں ہدایت نے مجمع النصاب میں ظاہر کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ :-

”فارس شاعری کا انحطاط دور قاجاریہ سے قبل مکمل ہو چکا تھا۔ اس لئے اس عہد کے شعرا نے اپنے پیش رو شاعروں کے مسلک کو چھوڑ کر روو کی۔ منوچہری فردوسی۔ انوروسی۔ رودی۔ سعدی وغیرہ کی تقلید اختیار کی۔“

رضا قلی خاں کے عہد میں جامی۔ عارفی۔ صائب شہکنت وغیرہ کی شاعری کو بے وقت کی شہنائی کی مانند بے کثرت سمجھا جاتا تھا۔ اور یہی سبب تھا کہ اس عصر کے غنودوں نے متقدمین کی روش کو پسند کیا۔ اور اس صرے فارسی شاعری کی تجرید کا فرض انجام دیا۔

ستر سالہ خانہ جنگیوں کے بعد آقا محمد خاں قاجاریہ میں برسرِ اقتدار ہوا۔ ۱۲۸۵ میں اس نے شاد کا لقب اختیار کر کے خاندان قاجاریہ کی بنیاد ڈالی۔ اور تمام ایران کو ایک مرکز پر نہ کر جمع کر دیا۔ ۱۲۹۵ میں آقا محمد ۱۲۹۵ قمری قتل ہوا

اور اس کا بھتیجہ فتح علی شاہ قاجار تخت پر بیٹھا۔ اس حکمران کی حیثیت کہ اس کی ۱۵۰ بیویاں اور تقریباً دو ہزار بیٹے پوتے تھے تاریخ میں عظیم المثال ہے۔ اس کے بعد ۱۲۳۱ھ میں اس کا پوتا محمد شاہ قاجار تخت نشین ہوا۔ اسی کے عہد میں سید علی محمد باب نے بانی مذہب کی تبلیغ و اشاعت شروع کی۔ اس کے انتقال کے بعد ناصر الدین شاہ قاجار نے ۱۲۴۸ھ تا ۱۲۹۶ھ تک حکومت کی اس کے قتل کو بعد ۱۲۹۶ھ تا ۱۳۰۲ھ تک اس کا بیٹا مظفر الدین شاہ قاجار برسر حکومت رہا۔ ۱۳۰۲ھ میں قوم پرستوں نے اسے تخت سے اتار دیا اور ایران میں جمہوریت قائم ہو گئی۔

خاندان قاجار میں فتح علی شاہ خود شاعر تھا اس کے پر اس دور اور سخن پروردی شاعری کی تجدید کی اور سرزمین ایران ایک رہبر شعر کو لغویں گونج اٹھی۔ انیسویں صدی میں سینکڑوں شاعر پیدا ہوئے جن میں سے چند ممتاز اور نامور شعرا حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مجتہد اشعر الجمر طباطبائی اردستانی (متوفی ۱۲۸۱ھ)۔ اس کی بابت رضا قلی خاں ہدایت کی دوائے ہے کہ اگر وہ کچھ سال اور زندہ رہتا تو غالباً وہ ممتاز ترین حیثیت حاصل کر لیتا۔ اور مرزا یحیی دولت آبادی اس کو شعرا کی صف اول میں جگہ دیتا ہے۔

۲۔ ملک اشعر اصبا کا شانی (متوفی ۱۲۸۲ھ) اس کے متعلق رضا قلی خاں ہدایت کا خیال ہے کہ ”گزشتہ سات سو سال میں اس پایہ کا کوئی شاعر ایران میں پیدا نہیں ہوا“ اس کے شاہنشاہ نامہ کو بعض ناقدین نے شاہنامہ فردوسی تک پر ترجیح دی ہے۔

۳۔ معتمد الدولہ نشاط اصفہانی (متوفی ۱۲۸۲ھ) عربی۔ فارسی۔ ترکی تینوں

زبانوں کا عالم تھا۔ اور اس عہد کے بہترین غزل گو شعرا میں شامل ہے۔
 ۴۔ میرزا شیخ وصال شیرازی (متوفی ۱۰۸۵ھ) بس بکام خاندان شاعری میں نمایاں
 اعلیٰ رکھتا تھا۔ اس کے بھائیوں میں داوودی۔ یزدانی۔ اور بہت۔ اور بیٹوں میں
 وقار حکیم اور فرہنگ سب اچھے شاعر گزے ہیں
 ۵۔ ملک اشعر حسن انجم قاضی شیرازی (متوفی ۱۰۸۵ھ) جو باقاعدہ شاعر
 اس عہد کا بہترین قصیدہ گو شاعر ہے۔ اور تمام پیش رو شعرا کے محاسن
 و کمالات کا جامع ہے۔

۶۔ مرزا فروغی بسطامی (متوفی ۱۰۹۵ھ) جو غالباً اس عہد کا بہترین غزل گو صوفی
 شاعر ہے

۷۔ مرزا یغما جندقی بیک وقت سنجیدہ اور مبتذل گو شاعر تھا۔ لیکن اس کے
 ہزلیات اور خرافات زیادہ مشہور ہیں۔ اور خود بھی "زن تمبہ" کے عجیب
 لقب سے معروف ہے۔ اس نے مرثیہ کی ایک نئی صنف کو زیادہ دلچسپ
 دیا تھا۔ جسے وہ خود "نوحہ سینہ لئی" کے نام سے یاد کرتا ہے۔

۸۔ مرزا رضا قلی خاں ہدایت اور بان الملک سپہر کا شانی عہد ناصر الدین شاہ
 کے بالکمال شاعر تھے لیکن دونوں کمشیت مورخ اور تذکرہ نگار کے زیادہ
 مشہور ہیں۔

انیسویں صدی کے ان شعرا کا کلام دور متوسطین سے نمایاں طور پر متاثر
 ہے۔ پیچیدہ خیالات۔ دور افتادہ تشبیہات و استعارات۔ بیکار لفاظی،
 میر جہ نفع بخش، بے حیدار عقل مضامین، دور انداز خیال اور بیجا آدوس اس

عہد میں اجتناب و انحراف کیا گیا۔ زبان میں سلاست اور روانی ہو، مضامین میں سنسکرتی اور واقفیت ہے۔ طرز ان میں زمینی و بدعت سے آلودہ ہے جذبات میں۔ تشبیہات قرین عقل۔ استعارات مطابق قیاس ہیں کردار نگار میں۔ زبانیت کے بیان میں استقامت و استیفاء ہے۔ اور تکمیل و محاکات کی بلند مہنی بڑی بہمہ دہ جو قابل تسبیح۔ بہت ستائش سے۔ اس عہد کے شعرا نے موجودہ صدی کی شاعری کے لئے، زبان اور خیالات کو تیار کرنے میں کافی حد تک مدد کی حقیقت اس دور کے ختم ہونے پر عہد جدید کی شاعری کی بنیاد پڑی تھی۔

دو جدید

(۱۹۰۶ء سے)

فارسی شاعری نے نویں صدی عیسوی سے انیسویں صدی عیسوی تک ایک ہزار سال کے عرصہ میں قصیدہ، غزل، مثنوی، رباعی کی شکلوں میں حسن و شوق، مدح و ہجاء، معارف و مناظر، سنجیدگی و ظرافت، بزم و رزم، تصوف و اخلاق، زندگی و زہد اور واردات و کیفیات کے تمام مطالب بہترین اسلوب کے ساتھ دیا ہے ادب میں پیش کردئے گئے تھے۔ قومی، ملکی اور اصلاحی نظموں کا باب رہ گیا تھا۔ اسے بیسویں صدی کی ابتدا میں دور انقلاب و مشروطیت نے پورا کر دیا اور اب فارسی شاعری بہمہ دہ مکمل ہو گئی۔

یہاں میں ہمیشہ سے استبدادچی اور شخصی حکومت کا دور دورہ رہا تھا۔

لیکن انیسویں صدی کے نصف آخر میں علامہ سید جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ
۱۳۰۶ھ تا ۱۳۱۶ھ کی اسلامی انقلابی تحریک کے زیر اثر پیدا ہوئے۔ اسی کے آثار
پیدا ہوتے جا رہے تھے۔ ایران میں پہلا انقلاب ”دور مشروطہ اولیٰ“ کی شکل میں
دراگست ۱۳۰۶ھ کو ظاہر ہوا۔ اور ۱۳۰۶ھ کو نیشنلسم بھی قائم ہوئی۔
جون ۱۳۰۶ھ تک برسرِ کار رہی اس کے بعد ۲۳ جون ۱۳۰۶ھ کو جولائی
۱۳۰۹ھ تک پھر محمد علی شاہ معزول کو مستبدانہ عہد جاری رہا ”مشروطہ ثانیہ“
کا عمل دخل ایران میں ۱۶ جولائی ۱۳۰۹ھ کو میرا محمد علی شاہ قاجار چار دن کی جنگ
کے بعد مغرور ہو گیا۔ اور مشروطین کو ”فتح ملی“ نصیب ہو گئی۔ لیکن ابھی ایرانیوں
کی قسمت میں مستقل آزادی نہ تھی۔ اس لئے ۱۳۱۲ھ کی ابتدا کے ساتھ ساتھ
دوسریوں کے غلبہ و تسلط کا دور شروع ہوا۔ اور تمام مملکت ایران میں ایک
میدانِ وعدہ برپا ہو گیا۔ اس کے بعد ۱۳۱۲ھ میں یورپ کی جنگ عظیم شروع ہو گئی۔
ان چار سال میں ایران مختلف طاقتوں کا آماجگاہ بنا رہا۔ ہر سلطنت اسے
برپ کر لینا چاہتی تھی۔ اس زمانہ کے مصائب نے ایرانیوں کے دماغوں میں
جنگِ خفا اور ہلاکتِ خفا کی غولِ آشایوں کی یاد تازہ کر دی۔ جنگ عظیم کو خانہ
کے ساتھ روس کی شخصی و استبدادی حکومت بھی ختم ہو گئی۔ اور چھ صد بعد
انگلستان نے بھی مجبور ہو کر ایران سے ہاتھ اٹھایا۔ درحقیقت اب ایران
کو اس قدر سکون نصیب ہوا کہ وہ ایک جتنی و اتفاق کے ساتھ اندرون ملک کی
اصلاح کر سکے۔ ایک مدت تک شورش و بے اطمینانی کی زندگی بسر کرنے کے بعد
اعلیٰ حضرت رضا شاہ پہلوی کے عہد نے ملک کو یہ موقع دیا کہ وہ امن و راحت

کے ساتھ اندرونی و بیرونی اصلاحات میں مشغول ہو۔

وہ اسباب جو بیسویں صدی کے اوایل میں ایرانی انقلاب کے ذمہ دار میں تھے
قسموں میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔ (۱) تصنیفات۔ (۲) اخبارات۔ (۳) منظومات۔

۱۔ مصنفات | اس شق میں وہ تمام کتابیں آجاتی ہیں جو انیسویں صدی کے
آخر زمانہ سے شائع ہو۔ یہی تھیں اور جو حکم و بیش اصلاح ملک

اور آزادی خیال کی تحریک کو اساتی تھیں۔ ان میں سب سے مقدم جگہ ناظم الدولہ
شہزادہ مالکم خاں کی تصنیفات کو حاصل ہے۔ مالکم خاں کے رسائل کی تعداد تیس سے
زائد ہے۔ چند نام۔ اصولِ نربہب۔ دیوانیاں۔ حب الوطن بن الایمان۔ مبداء ترقی۔

شیخ و وزیر وغیرہ یا درکھنے کے قابل ہیں۔ اس کے بعد نمبر آتا ہے ان تصنیفات
یا تراجم کا جو دار الفنون طہران کے ایرانی یا مغربی پروفیسروں نے کئے۔ ان
تالیفات نے جو سائنس۔ ریاضی۔ طب۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ ادب وغیرہ تمام علوم پر
حاوی ہیں۔ ایرانی دماغوں کو بیدار کرنے میں بڑی حد تک امداد کی۔ اسی سلسلہ میں
مرزا یوسف خاں مستشار الدولہ۔ اور مرزا عبد الرحیم طالبات کی تصنیفات کا یاد رکھنا
بھی ضروری ہے خصوصاً طالبات کی یہ دو کتابیں کتاب احمد اور سفینۂ طالبی۔

تو اسی قدر با اثر اور وسیع ثابت ہوئیں جتنا سیاحت نامہ۔ ابوالہجیم بیگ مصنف
حاجی زین الدین آقامرغی اور سر جان موریر کی کتاب حاجی بابا اصفہانی کے ترجمہ
جو مرزا حبیب اصفہانی اور شیخ احمد روحی کرمانی نے شائع کئے تھے۔

۲۔ اخبارات | ایران میں تحریک مشروطیت سے قبل کوئی اخبار ایسا
شائع نہ ہوا تھا جو سیاسی اعتبار سے قابل اعتنا تھا

جاسکے۔ اگست ۱۹۰۶ء میں جمہوریت کے اعلان کے ساتھ ہی متعدد اخبارات جاری ہو گئے جن میں سے بعض ابتداءً ہفتہ واسطے نکلنے لگے۔ بعد ازاں شایع ہونے لگے تھے۔ ان میں طہران سے شایع ہونے والے اخبارات - مجلس - ندائے وطن - صور اسرافیل

جبل المبین - صبح صادق اور ایران نو بال مخصوص قابل ذکر ہیں اسی سلسلے میں طلوع (بوئیر) اور آذرخش بایجان تبریز کا نام لینا بھی ضروری ہے۔ یہ دونوں اخبارات کے اندر گرفت و طنز کا پہلو ملے ہوئے اپنے مقاصد کی اشاعت کرتے تھے۔ مزارعہ وطنیہ اخبارات کی مقبولیت نے اس صنف کے بہت سے اخبار شایع کرائے جن میں کشمکش (اصفہان)

ہمسول (طہران) تنبیہ (طہران) حشرات الارض تبریز، شیدا (قسنطنیہ) اور شیخ چغندر (طہران) خاص مرتبہ رکھتے ہیں۔ اصلاحی امور میں مضحکات و طنزیات کو کامیاب اور موثر پاکر صور اسرافیل نے بھی چرند پرند کے نام سے چند کالم صنف کے لئے وقف کر دیے جن کے محرر خصوصی میرزا اکبر خاں (المعروف بہ وقود و دھند) تھے۔ چرند پرند اور ملا ناصر الدین اس قسم کے تمام اخبارات سے زیادہ مقبول و موثر اور مفید ثابت ہوئے۔

ایران میں اخبارات کو آزادی دے حاصل ہونے سے قبل بعض وطن پرست ایرانیوں نے ممالک غیر سے اخبارات شایع کرنے شروع کر دیے تھے۔ ان میں سب سے پہلی جگہ قانون کو ملتی ہے جو پریس مالک خاں کی زیر ادارت لندن سے شایع ہوتا تھا۔ اس کے بعد آخر (قسنطنیہ) جبل المبین (کلکتہ) - تریا اور پردوش (قاہرہ) کا نام آتا ہے۔ دور و شرطہ سے قبل دراصل یہی رسائل و اخبارات تھے جنہوں نے ملک میں آزدخیالی - احساس و غیرت - محبت و قومیت - اور حب وطن کی جذبات

کی تخم پاشی کی۔ یہ رسائل صرف ملکی بیداری پیدا کرنے کے ہی آئے نہ تھے بلکہ انہوں نے زبان و ادب کی بے بہا خدمات بھی انجام دی ہیں۔ ان اخبارات کے ذریعہ سے ہی نئی اصطلاحات اور جدید الفاظ ملک میں شایع ہوئے اور رفتہ رفتہ فارسی جدید مالا مال ہوتی رہی۔

ایسے اخبارات کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے جو مذکورہ بالا اخباروں کے بعد شایع ہوئے۔ ملک بھر میں آگ لگی ہوئی تھی اس لئے اکثر شہروں میں اخبار جاری ہو گئے۔ طوالت کے خوف سے اس تفصیل سے گریز کرنا بہتر ہے۔ اس لئے اس بات پر اس بحث کو ختم کرتا ہوں کہ طران سے شایع ہونے والے اخبارات میں استقلال ایران، برقی، بیداری، دانش، آفتاب، روح القدس، زشت و زیبا، مشرق، شرافت اور مساوات، تبریز کے اخبارات میں اتحاد، انوت، استقلال، امید، قبرنو اور روزنامہ ملی، اصفہان سے اشاعت پانے والے اخباروں میں پروانہ، بہاداکبر، نایندہ رود، فرہنگ اور ناقور۔ مشہد کے اخبارات میں تازہ بہار، خراسان، خورشید، بہار، نوبہار اور عصر جدید، شیراز سے جاری ہونے والے اخباروں میں نسیم شمال، گیلان، صدائے رشت، کدکاش، نوع بشر، اور مجاہد خاص طوہر قابلِ اعتنا اور لائقِ ذکر ہیں۔ جنہوں نے اس دور میں مخصوص ملکی و ملی ادبی و لسانی خدمات انجام دیں۔

۳۔ **منظومات** | کسی ملک کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کا بہترین ذریعہ قومی اور ملکی نظمیں ہوا کرتی ہیں۔ عرب کی قومی

شاعری اور جزخوانی اور ہونان اور رومانی ملکی و ملی منظومات اس کی بہن مثالیں ہیں۔ اسی طرح بیسویں صدی کے آغاز میں ایرانی شعرا نے ملک و قوم کے احساسات و جذبات ملی کے ابھارنے اور جھو و غفلت کے دور کرنے میں جو کار نمایاں انجام دیا وہ تاریخ عالم میں ذریں حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ موجودہ صدی کے ابتدائی پندرہ سال میں سیاسیات کا جو طوفان ایران میں برپا تھا اس نے حساس دلوں پر تیر و شتر کا کام کیا۔ اور شعرا جو دول و مل کی تعمیر و اصلاح کے علم بردار ہوتے ہیں اس انتشار و شورش سے بے حد متاثر ہوئے۔ چنانچہ ملکی و ملی منظومات جو تاثرات قلبی سے لہریز اور جذبہ بیداری و احساس آزادی کی محرک ہیں بکثرت ملک میں شایع ہو گئیں۔ اگر ان نظموں کا مطالعہ تصنیف کی تاریخوں کی اعتبار سے کیا جانا ممکن ہو تو اسید و بیم، آس و یاس، شکوہ و شکایت، سوز و گداز، رنج و راحت، جوش و خروش، مایوسی و کامرانی، اضطراب و خوش حالی کے جذبات و کیفیات کے ان مختلف مدارج کا اندازہ ہو سکتا ہے جو اس دور میں ملک و ملت پر گزر رہے تھے اور جن کی یہ نظمیں آئینہ دار ہیں۔

یہ نظمیں اخبارات و رسائل میں شایع ہونے کے باعث فوراً ملک میں پھیل جاتی تھیں۔ اور قوم کے جذبات میں آگ لگا دیتی تھیں۔ نسیم شمال، گیلان، کنگاشس، صدائے رشت، بہار، صبور اسرافیل و ایران نو وغیرہ بالخصوص ان نظموں کو شایع کرتے تھے۔ یہ زیادہ تر ملکی مسائل اور سوچ سے متعلق ہوتی تھیں۔ لیکن آج بھی اپنے جوش و ادبیت کے اعتبار سے دلچسپ اور وسیع ہیں۔ فن کے اعمت بار سے یہ کسی خاص صنف نظم میں محدود نہ تھیں۔ مثنوی، قطعہ، مسمط، مستزاد، غزل

سب اصناف ان قومی خیالات سے مالا مال نظر آتے ہیں۔ دراصل یہی منظومات ایران کی نشاۃِ جدیدہ اور حیاتِ سیاسی و ادبی کی ذمہ دار ہیں۔ اور اسی زمانہ سے ایران میں جدید ادبی عہد کی بنیاد پڑتی ہے۔

اس انقلابی اسکول کی شاعری میں جو شعرا پیش پیش نظر آتے ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں۔ ملک الشعراء بہار۔ سید اشرف رشتی۔ عارف قزوینی۔ فیض الملک شہیدہ۔ بدیع الزماں شیرازی۔ جعفر خنائی۔ میرزا مرتضیٰ فرہنگ۔ ادیب نیشاپوری حسین خاں دانش۔ احمد سیستانی۔ میرزا بی۔ حسام الاسلام دانش۔ پور داؤد۔ ملک ساسانی۔

ایران میں استقلال آزادی اور تنظیمِ ملکی کو معدودے چند سال گزرے ہیں۔ لیکن اس قبیل عرصہ میں ملک نے سیاست و مدنیت۔ معارف و قومیت فنون لطیفہ اور علوم ادبیہ میں جس قدر ترقی کی ہے وہ بے شبہ حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے۔ شاعری بھی اس ترقی کی دوڑ میں دیگر علوم و فنون کے ہمراہ آگے بڑھتی رہی۔ اور منجملہ دیگر اصنافِ شعر کے موجودہ صدی نے قومی، ملی اور اصلاحی منظومات کے ایک کافی وادافی فصیح و بلیغ اور سو فر دمتاز ذخیرہ کا ادب فارسی میں اضافہ کر دیا۔

دور جدید کی شاعری | عصر حاضر کے شعرا و قسموں میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ وہ شعرا جو متقدمین کے اور ان میں بھی بالخصوص تنویر پوری۔ فردوسی۔ سعدی اور حافظ کے مقلد ہیں۔ عرصہ و قافیہ میں قدیم قواعد کے پابند ہیں۔

منہوں کے، قطبہ است ان کی شاعری حیرت و عشق سے تہجد و ذکر کے فلسفہ و اخلاق اور قومیت و سیاست پر بھی شامل ہے۔ اس زمرہ میں ادیب پریشاد ہیں۔ ادیب نیشاپوری۔ سالار خیر زئی۔ شویدہ شیرازی۔ شباب۔ شای۔ رعدی آدرشی۔ غلام سمدانی۔ فروغی اصفہانی۔ بدیع الزماں۔ اعلیٰ اور نادری مشہدی وغیرہ شامل ہیں۔

وہ شعرا جو کبھی قدیم احوں غرض و تلافیہ کی پابندی کرتے ہیں اور کبھی مغربی تعلیم سے متاثر ہونے کے باعث جدید بحر میں اور قافیوں کے نئے اصول بھی پیدا کرتے ہیں۔ ان کے اشعار کا موضوع زیادہ تر قومیت، سیاست، ملکی بیداری اور سوانحی کی اصلاح ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں اسی عہد کی کثرت اور انہی کو مقبولیت حاصل ہے۔ شہزادہ ایرج میرزا، ملک اشرف بہار۔ عارف قزوینی۔ پور داؤد۔ حبیب یغائی۔ فرخی یزدی۔ کمالی اصفہانی۔ دجدا۔ اشرف رشتی۔ حسام۔ ادہ یازانگا۔ فرہنگ طهرانی۔ رضا زادہ شفق محمود خاں افشار اور سعادت ندوی وغیرہ اسی طبقہ میں ہیں۔

گزشتہ فارسی شاعری کے مباحث و موضوعات کو ذیل کے سات عنوانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ عشقیہ۔ مدح و ہجاء۔ تصوف۔ فلسفہ۔ اخلاق۔ رزمیہ اور مرثیہ۔ موجودہ شاعری کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عصر میں عشقیہ اور فلسفیانہ مضامین کافی پائے جاتے ہیں۔ مدحیہ کم ہے مگر جس قدر ہے اس میں انگوٹ کا سانغوار و ناپسندیدہ غلو نہیں ہے۔ صوفیانہ شاعری بہت کم ہے۔ اخلاق میں قومیت، حب وطن، عزت نفس، آزادی صبر و ضبط

عزم و ثبات، ایشاد و قربانی۔ اور خیریت و حمیت وغیرہ کے مباحث پر ازمنہ تا بزل کی نسبت بہت زیادہ کما گیا ہے۔ رزمیہ شاعری بالکل مفقود ہے۔ مثنویہ موجود ہے۔ اور ہجائیہ اور طنزیہ نظمیں کمزور ہیں۔

موجودہ دور کی فارسی شاعری سلیس و سادہ، سنگینہ و شیریں، رنگین و بے نم، ولولہ انگیزہ و جذبات آفریں ہے۔ روایت و قافیہ کی تکلف کی بھر و وزن کی سوز و قنیت مضائقہ کی شیرینی و لطافت اور نزاکت و معنویت ہر جہہ سادگی و سلاست کے پہلو بہ پہلو نظر آتی ہیں۔ اس عہد کی نظموں بلکہ غزلوں تک میں حقیقی ملکی و ملی جذبات۔ ولولہ انگیز طرزِ ادا و ادات و کیفیات اور جدید الفاظ و محاورات خاص طور پر قابلِ غور ہیں۔ عام طور پر طرزِ ادا آسان و سلیس سادہ۔ محاکات و انشائی اور جذبات فطری ہیں۔ نہ باریک بینی ہے نہ خیال آفرینی۔ نہ موسیقیائی ہے نہ بلند پروازی۔ دل کی نمائش ہے و مارگ کی نہیں۔ فطرتِ صنعت پر۔ آمد آور و پیرا ہے بے شکلی تکلف پر غالب نظر آتی ہے۔

زیرِ نظر انتخاب میں دورِ حال کے میں شعرا کی منتخب نظمیں یا غزلیں پیش کی جاتی ہیں۔ یہ سب سخنور اس عہد کی ادبیات کے صحیح نمائندہ اور ملک کے ممتاز و نامور سخنِ سخنوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اور منتخبہ کلام ان حضرات کے بہترین رشحاتِ فکر میں سے ہے۔ انتخاب کے وقت اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ وہ مذکورہ بالا تمام اصنافِ شعر پر حاوی و شتمل ہو تاکہ دورِ جاوید کی شاعری پر مفصل نظر ڈالی جاسکے۔ ہجائیہ کلام کو دانستہ خارج کر دیا گیا ہے اس لئے کہ وہ مقامی اور تبلیغِ طلب ہوئے کی وجہ سے عام طور پر زیادہ دلکشی کا موجب نہیں ہوتا۔

انتخاب میں جن شعرا کا کلام جمع کیا گیا ہے ان کے مختصر حالاتِ ناظرین کی مزید

دیکھی کے لئے درج کے جاتے ہیں

۱۔ بہارِ اسلامی نیز محمد تقی نام اور بہارِ تخلص ہے۔ میرزا
محمد کاظم صاحب اشعار بھی ہیں کے بیٹے ہیں۔

۱۳۰۴ھ میں شہید پیدا ہوئے۔ مشہد ہی میں اپنے والد اور دیگر فضلاں کے مدرسے
۶ بی فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۲۲ھ میں والد کے انتقال کے بعد ادیب نیشاپوری
اور میرزا عبدالرحمان بدایینی کے سامنے زونے ادب لکھا پھر صفت الدولہ علام رضا
خوب گو رزخراسان کے دربار میں با دینی مہمل کی آصفت الدولہ کی سفارش پر ظفر الدین
تہاوقا چارہ لکھ شعرا کا خط بہ مرحمت کیا اور سالانہ وظیفہ مقرر کر کے مزید
تسرا فراموشی نہ رہی۔

۱۳۲۲ھ میں تحریکِ شریعت کے آغاز سے ہی اس تحریک میں شریک ہو گئے
اور ۱۳۲۶ھ تک علمی اور فکری شرکت کرتے رہے جس میں (حکومت) میں اور خراسان
کے اخبارات میں ان کے مضامین اور نظمیں کبھی اپنے نام سے اور کبھی فرضی ناموں
سے شائع ہوا کرتی تھیں۔ نظریات کی اشاعت سے اس کا کوئی ملک بھر میں مقبول اور ہر مغربی
مناویار ۱۳۲۹ھ میں آپ نے مشہد سے فوجی اتحادی روزنامہ جاری کیا۔ ان
قومی تحریکوں میں حصہ لینے کی وجہ سے آپ کو ہفت جاتی وادی کی مشکلات بھی برداشت
کرنی پڑیں۔ دوبارہ جیل بھی گئے۔ دو دفعہ جیل بند کر دیا۔ لیکن آپ استقلال
کے ساتھ تمام مصائب جیتتے رہے اور یہی وہ یوں میں کوئی کمی نہ آنے دی۔
۱۳۳۷ھ میں جب قوم پرستوں نے طرآن سے بعد اور قسطنطنیہ کرمانشاہ
کی جانب ہجرت کی ہے تو بہار بھی مہاجرین میں شامل تھے۔ واپسی کے بعد اپنے

پھر نو بہار کو بندہ... کہتا ہوں کہ آپ مجلس شورا ملی کے رکن بھی رہے۔ اسے حد سے سیاسیات سے لگاؤ نہیں ہو کر اب تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔

نو بہار کے ”پاپ“ و ”انٹیکو“... کی ادارت کے فرایض بھی انجام دیتے رہے ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں ”نہرنگ سپاہ“ یا ”کینز“ سفید، ایک مختصر ناول اور تاریخ سیدتان، خاص بہ فہرست وکر میں۔

۲۔ **ایرج میز** امیر شاہ کا شاہراہ... تاریخ علی شاہ

میں تبریز میں رہے۔ شاہراہ... خاندان و سرحد و تربت پانچ فطرت نے ہم وقت و وجود... کا جوہر... دست کیا تھا۔ میں ولیمہ سلطنت مظفّر الدین قاجار کے دربار میں ماریا حاصل کی مظفر الدین شاہ ان کے کمالات سے اس وقت... کہتا ہوں کہ تجھے یہ دیکھنے کے بعد ان کو اکثر ذمہ دار عہدوں پر سنبھال دیا۔

جمہوریت کے قیام کے بعد میرا میز ادارت... ذرات داخلہ... و زادات معارف میں مختلف ممتہ ذمہ داریوں پر متعین رہے۔ اور ہر جگہ اپنی حسن خدمات و وطن سخی اور مساعی جلیلہ کی بدولت خراج تحسین حاصل کیا۔ لیکن یہ اہم خدمات بھی آپ کی علمی و ادبی مصروفیات میں نہ نہ ہو سکیں اور شعرو سخن کا شغل ان تمام زمانوں میں برابر جاری رہا۔ ۲۸ شعبان ۱۳۴۲ھ کو طہران میں حرمت قلب بند ہو جانے سے وقتاً آپ کا انتقال ہوا۔

۳۰
۳۔ فروغی اصفہانی آپ کے والد میرزا محمد حسین خاں ذکار الملک
فروغی گزشتہ صدی کے نامور ادیب گزرے ہیں۔ اور آپ کے بڑے بھائی
میرزا محمد علی خاں ذکار الملک فروغی اس زمانہ کی اہم ملکی و سیاسی شخصیتوں میں
شامل اور وزیر خارجہ کے ممتاز عہدے پر سر فرما رہے ہیں۔

فروغی ^{۱۳۱۶ھ} میں طہران میں پیدا ہوئے۔ مدرسوں میں اور مختلف اساتذہ
سے تعلیم حاصل کی۔ اور فارسی، عربی، فرانسیسی تینوں زبانوں کو کمال حاصل
کیا۔ ادب کے سوا تاریخ، جغرافیہ، فلسفہ وغیرہ میں کامل دستکار رکھتے
ہیں۔ آپ کا شمار اس قرن کے بہترین فضلا و حکماء میں کیا جاتا ہے۔ طہران کے
مدارس میں ایک عرصہ تک آپ مدرسے کے فرائض انجام دیتے رہے۔ "دارالعلمین"
طہران کے قیام پر اس کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ اسی زمانہ میں آپ نے تعلیم و تربیت
اور "نور و غایت" تربیت رائل فارسی کے ^{۱۳۱۵ھ} میں بغرض علاج یورپ
تشریف لے گئے۔ ^{۱۳۱۶ھ} میں محکمہ سعادت ایران کے نمایندہ کی حیثیت
سے "جن ٹاسٹا" میں شرکت کے لئے روس گئے۔ "مجلس مستشرقین"
کے اجلاس منعقد ^{۱۳۱۶ھ} میں پھر دولت ایران کی طرف سے نمایندہ بن کر خوارگ
گئے۔ اور یورپ کے ممتاز فضلا سے ملاقاتیں کیں۔

آپ کی تصنیفات میں سے "مشید و شہ زامہید"، "سرمایہ سعادت" اور
"اور آتش شوش" طبع ہو چکی ہیں۔ اور آپ کے مختلف مضامین اور نظمیں درسی
کتبوں میں شامل ہیں۔ اب آپ علمی زندگی سے کنارہ کش ہو کر غزلت گزیر ہیں۔ مزاج

میں بے حد خلق و تواضع ہے۔ اور ذہنی ساز و سامان سے قطعاً بے نیاز و بے پروا ہو کر امن و سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

۴۔ **کمالی اصفہانی** | حیدر علی نام اور کمالی تخلص ہے۔ سوال

میں پیدا ہوا ہے۔ باپ نے لڑکپن ہی سے آہنگری کے پیشہ میں ڈال دیا پسند سال کی عمر میں طہران آئے۔ چند سال بعد اصفہان واپس ہوئے مگر پھر اہل و عیال سمیت طہران آکر وہیں مستقل سکونت اختیار کی۔

جوانی میں تعلیم کو شوق ہوا۔ خود ہی سواد خوانی حاصل کی۔ اور پھر صالحہ کے ذریعہ علمی و ادبی کتابوں سے خود بھی اپنے شوقِ تعلیم کی تشنگی دور کرتے رہے۔ بہترین سے طبیعت ہونے والے اور ذوقِ سلیم پیدا تھا۔ شاعری بھی شروع کر دی اور سخنوں میں یہ مرتبہ حاصل کیا کہ یرج میرزا اور و بخت جیسے ستم استادان کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ اور ادیبانِ ملک فراموشی سا بند پایہ ادیبان کی بابت لکھتا ہے۔

دالکدال کمالی خب۔ آسکان سخن بہ پیکرِ قلمت جہاے کرد و جان سخن اگر نہ کلک تو طرح سخن در آفکندے

دورہ مشروطیت میں احراء کی جماعت میں شامل تھے۔ ایک روز نامہ بھی "پیکار" کے نام سے جاری کیا تھا۔ تصنیفات میں ان کے اپنے دیوان کے سوا "نظامہ نرکان خاتون"۔ "ادب و منتخبات اشعار صائب" شایع ہو چکے ہیں۔

۵۔ **بدیع الزماں خراسانی** | بدیع الزماں خراسانی ابن آقا شیخ علی | بہار ۱۳۱۲ھ میں بمشردیہ میں پیدا ہوئے

اور طہران و شہد میں ادیب نیشاپوری۔ شیخ سین خبہ آبادی۔ تقیہ کاظمی غیر
فضلاے عصر سے فارسی و عربی کی تعلیم حاصل کی۔ معانی و بیان۔ حکمت و فلسفہ
میں دشکا و کامل لکھتے ہیں۔ ۱۲۴۲ھ میں طہران آئے اور سرشتہ تعلیم میں
ملازم ہوئے۔ اور اب طہران یونیورسٹی میں ادب کے پروفیسر ہیں۔

آپ کو فطرت نے غیر معمولی ذکاوت اور حافظہ عطا کیا ہے۔ اور آپ فصیح و
طبیخ مقرر اور بلند پایہ مصنف بھی ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں ”سخن و سخنوران“
چار جلد میں ہے۔ جس کی پہلی جلد شائع ہو چکی ہے۔ ”منتخبات اشعار فردوسی“
بھی شائع ہوئی ہے۔ ”تاریخ ادبیات ایران“ مآخذ غزنوی، اور علم بیان و منطق و
فلسفہ پر چند کتابیں بھی شائع نہیں ہوئیں۔

۶۔ **دہخدا** | میرزا علی اکبر خاں نام ہے۔ دہخدا اور دہو کے ناموں
سے ان کی نظمیں، سبیل میں شائع ہو کر آتی تھیں۔ ان
کے والد قزوین کے متوسط اہل انشا میں تھے جو ترک سکونت کر کے طہران آ گئے
تھے۔ ۱۲۴۲ھ میں یہ طہران ہی میں پیدا ہوئے۔ دس سال کے تھے کہ باپ کا انتقال
ہو گیا۔ اور جائداد وغیرہ تلف ہو گئی۔ مگر ان کی والدہ نے تمام مصائب کا استقلال
سے تقابہ کیا اور بچوں کی بہترین تعلیم و تربیت کی۔

ان نے شیخ غلام حسین کے پاس جو اس زمانہ کے فضلا میں شمار ہوتے تھے
دہخدا کو تعلیم کے لئے بھیج دیا۔ انھوں نے لڑکے میں جو ہر قابل پاکر پیدا تو جسے
تعلیم دی، اور تمام علوم سہی محنت سے سکھائے اسی زمانہ میں دہخدا کو شیخ
ہادی جسم الدین کی خدمت میں مدضر ہوئے کا بھی موقع ملا تھا۔ جب

طهران میں ”مدرسہ سیاسی“ کی بنیاد پڑی تو دہخدا وہاں داخل ہو گئے۔ تعلیم کے دوران ہی میں مساویانہ اور ایرانی مفہیم کو یورپ روانہ ہوئے تو ان کو ساتھ لے گئے۔ اور دو سال دہخدا یورپ رہے۔

اسی زمانہ میں ایران میں آزادی وطن کی تحریک بھڑک اٹھی۔ اور دہخدا بھی پورے جوش سے اس تحریک میں شریک ہو گئے۔ تصور اسرافیل کی ادارت انہی ایام میں ان کی سپرد ہوئی۔ جب محمد علی شاہ معزول نے ”مجلس ملی“ کو توڑا اور قوم پرستوں پر بلائیں نازل کیں تو چند اور احرار کے ساتھ دہخدا بھی ملک بدر کئے گئے۔ یہ اول مرتبہ گئے۔ پھر قسطنطنیہ آئے۔ اور یہاں سے ”سروش“ نامی اخبار جاری کیا۔ ایران میں دوبارہ جمہوریت کے قیام پر قوم پرستوں نے دہخدا کو قسطنطنیہ سے واپس بلا لیا۔ اور وہ ”مجلس ملی“ کے رکن کی حیثیت سے قومی خدمات انجام دیتے رہے۔ جنگ یورپ شروع ہوئی تو یہ کئی سال کے لئے گوشہ نشین ہو گئے۔

بعد ازیں دہخدا نے ”مدرسہ سیاسی“ طهران کے پرنسپل کے عہدہ کو قبول کر لیا۔ اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ ”کتاب حکم و امثال فارسی“ چار جلدیں تھیں۔ جس میں سے ایک جلد شائع ہو چکی ہے۔ دوسرے ”عظمت و عظمت“ دو جلدیں تھیں۔ اور ”روح القوانين“ اور دو لغات، ایک فرانسیسی سے فارسی میں اور دوسرا فارسی کا مکمل لغت ابھی شائع نہیں ہوئے ہیں۔

۷۔ پروین اعتصامی | پروین خانم اعتصام الملک میرزا یوسف خاں اعتصامی کی بیٹی ہیں ۱۳۲۵ھ میں طهران میں پیدا ہوئیں۔ باپ نے تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا تھا۔ گریس اسکول

بھیجنے کے سوا خود بھی درس دیتے تھے چنانچہ پروین خانم بہت تھوڑے عرصہ میں عربی، فارسی اور انگریزی ادبیات سے بخوبی واقف ہو گئیں تحصیل علم کے ساتھ ان کو شاعری کا بھی شوق ہوا۔ فیاض حقیقی نے ذہن نقاد اور طبع دقا و عطا کی تھی۔ مخمور دل میں شہاد ہوئیں اور بلند پایہ رسائل نے ان کی نظموں کو شائع کرنا باعثِ بھجا۔ غزل کم کہتی ہیں۔ اور زیادہ غزلیں قومی و اصلاحی رنگ کی ہوتی ہیں

۵۔ پور داؤد میرزا ابراہیم خاں نام ہے۔ ان کا خاندان رشتہ الابل کے مشہور اور ممتاز تاجروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ہجرت ۱۲۳۱ھ کو کہ رشتہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ویریں حاصل کی۔ پھر طہران گئے۔ او وہاں طب یونانی حاصل کی۔ ۱۲۳۱ھ میں بغداد اور ہرروت گئے۔ ہرروت میں تحصیل علم کے بعد ۱۲۳۲ھ میں پیرس پھونچے۔ اور یونیورسٹی میں قانون کی تعلیم حاصل کرتے گئے داخل ہو گئے۔ یورپ میں جنگ عظیم کے چھڑ جانے پر فرانس سے نکل کر برلن اور بغداد ہوتے ہوئے کرمانشاہ آئے اور ”تغییر“ اخبار جاری کیا۔ ۱۲۳۳ھ میں پھر برلن چلے گئے۔ اور ایک مدت بعد ۱۲۳۴ھ میں رشتہ کو مراجعت کی۔

پور داؤد سخت متعصب وطن پرست ہیں۔ آپ کو عربوں سے خاص عداوت ہے۔ چنانچہ عربی علوم اور عربی الفاظ کا نام و نشان بھی آپ ایران میں دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اور قدیم ایرانی زبان اور روایات کو زندہ کرنے کے حامی ہیں۔ پیرس میں قیام کے زمانہ میں آپ نے وہاں ایرانیوں کی ایک انجمن قائم کی تھی۔ اور برلن کے حویل قیام میں بھی برابر ملکی مفاد کے لئے پروپاگنڈا کرتے رہے تھے۔ وطن کی شہر

دہ نظمی کے زمانہ سے متعلق بھی ان کی بہت سی قومی نظمیں یاد آ رہی ہیں۔

بشت میں کچھ مدت رہنے کے بعد آپ بمبئی اور پھر بولن گئے۔ اور اس زمانہ

میں براہ راستا کے مختلف حصوں غور و خوض کیا۔ بشت۔ سینا اور گاتھا

وغیرہ کے ترجمہ و تفسیر میں مصروف رہے۔ اب کچھ عرصہ سے آپ ڈاکٹر ٹیگور کی

یونیورسٹی "شانتی نکتین" میں پروفیسر ہیں۔ آپ کا دیوان "پورا اندخت نامہ"

بمبئی میں طبع ہو کر شایع ہو چکا ہے

۹۔ محفل افشار ۱۳۱۴ھ میں یزد میں پیدا ہوئے۔ تیرہ سال کی عمر میں بمبئی آئے۔ تین سال یہاں تعلیم

حاصل کر کے طہران کے "مدرسہ سیاسی" میں داخل ہوئے۔ انیس سال کی عمر

میں یورپ گئے۔ یورپ کے بشت سال قیام میں جرمنی۔ سوئٹزرلینڈ، فرانس

انگلستان وغیرہ تمام ممالک کی سیاحت بھی کی۔ اور لوزان یونیورسٹی سے

سیاسیات میں ڈاکٹری کی سند حاصل کر کے ۱۳۲۲ھ میں طہران واپس

آگئے۔ اول "مدرسہ سیاسی" میں سیاسیات و اقتصادیات کی تعلیم پر مامور

ہوئے۔ بعد ازاں کمرشیل کالج کے پرنسپل مقرر ہو گئے۔ اور کچھ مدت حاجی کے

مدد پر بھی فائز رہے۔

یورپ کے قیام کے زمانہ ہی سے ڈاکٹر افشار کو ادبیات کا شوق تھا۔ اور سیاسیات

تو آپ کا خاص مضمون تھا۔ آپ مضامین بھی لکھتے تھے جو لندن اور لوزان کے

رسائل کے علاوہ جبل المتین (کلکتہ)، اور طہران کے بلند پایہ رسائل۔ ایران عشق

وغیرہ میں شایع ہوتے رہتے تھے۔ اسی زمانہ میں آپ نے ایک کتاب

”دول یورپ کی ایران میں سیاسی جدوجہد“ پر فرانسیسی زبان میں لکھی جو برلن میں طبع ہو کر شائع اور مقبول ہوئی۔ طہران سے ۱۳۴۵ء میں ایک ادبی اور سیاسی سالنامہ ”امین“ روئیکالا۔ جو کئی سال تک جاری رہا۔ آپ کو شعر و سخن سے خاص ذوق ہے۔ اور آپ کا شمار موجودہ دور کے مستند اہل علم اور بلند پایہ شعرا میں کیا جاتا ہے۔

۱۰۔ **رضا زاد شفق** | آقا سے رضا زاد شفق تبریز میں پیدا ہوئے۔ اول ہیں بہترین عربی فارسی انگریزی تعلیم حاصل کی اس کے بعد یورپ گئے۔ جرمنی و فرانس وغیرہ کی سیاحت کی۔ اور اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے پنی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری پائی۔ شعر سے عصر حاضر میں آپ خصوصیت کے ساتھ فکر و نفاذ۔ ذہن و قفا و ادب و قلب حساس کے مالک ہیں۔ ان کے دو مرتبہ ہم نے انتخاب کئے ہیں جو انہوں نے اپنے والد اور بھائی کی وفات پر لکھے ہیں۔ ان مرثیوں سے ان کا جو ہر سخن خوب چمکتا ہے۔

مرثیہ اصناف سخن میں نہایت قدیم چیز ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ تاثرات قلبی کے آئینے سب سے بہتر غزل و مرثیہ ہی ہیں۔ یہ دونوں جذبے دل کی ایک ہی گہرائی میں پیدا ہوتے ہیں اور سطح بیان پر اگر دونوں پر یکساں اثر کرتے ہیں۔ مرثیہ کے اسلوب بیان میں سے اس خاص پہلو پر غور و نظر ضروری ہے کہ مرثیہ اگرچہ شخصی کیفیت اور ذاتی تاثر کا پرتو ہوتا ہے تاہم ادبی حیثیت سے وہ ایک ذات خاص سے نہیں بلکہ قوم و ملک اور زبان و ادب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے مرثیہ میں درد و الم اور غم و ماتم کے بیان سے اخلاق و عبرت کا مضمون پیدا کرتا۔ مرثیہ کو محاسن شاعرانہ میں شامل ہے۔ یہ صفت رضا زاد کے ان مرثیوں میں نہایت حسن و خوبی

اور لطف و اثر کے ساتھ موجود ہے۔ آپ آج کل طہران پونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ اور ملک کے نامور ادبا و فضلا میں شمار کئے جاتے ہیں۔

۱۱۔ اشرف رشتی | سید اشرف الدین الحسینی نام اور نسیم شمال

رشت میں پیدا ہوئے۔ وطن میں عزنی و فارسی کی تحصیل کرنے کے بعد تھیل کے لئے ^{۱۲۰۶ھ} ۱۸۹۱ء میں مشہد مقدس گئے۔ پانچ سال میں علوم متداولہ کی فراغت کے بعد رشت واپس آ گئے۔ اور خوشنویسی کے ذریعہ ہر اوقات کرتے گئے۔ اسی زمانہ سے نسیم شمال، نامی پرچہ جاری کیا۔ جمہوریت کے قیام کے بعد طہران آئے اور نسیم شمال، یہیں سے شایع کرنے لگے۔ رشت میں ان کے پرچہ کو اس قدر مقبولیت حاصل نہ تھی لیکن طہران میں لوگ اسے ہاتھوں ہاتھ لینے لگے۔ ^{۱۳۰۶ھ} ۱۹۲۱ء میں جنون کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ اس زمانہ سے اعزاز اور رفاقت بے کناہ رکشتی کر لی۔ اب نہایت تنگدستی میں مبتلا ہیں اور زندگی کے دن گزار رہے ہیں۔

ان کے اشعار کی تعداد بیس ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے۔ کلام کے دو مجموعہ ”باغ بہشت“ اور ”نسیم شمال“ شایع ہو کر قبول عام اور بقائے دوام کی سند حاصل کر چکے ہیں۔ ایک ناول ”غزید و غزال“ بھی آپ کی تصنیف سے ہے اور طہران میں طبع ہو چکا ہے۔

۱۲۔ حبیب یغمائی | میرزا حبیب نام اور قاجاری دور کے مشہور

نہرل گو شاعر۔ یغمائے جندقی کے پوتے ہیں۔ ^{۱۳۲۰ھ} ۱۹۰۶ء میں جندقی کے ایک گناؤں خواہ میں پیدا ہوئے۔ جندقی اور طہران

میں تعلیم کو تکمیل کی حد تک حاصل کیا۔ کچھ مدت سمنان میں سرشتہ تعلیم میں ملازم رہے۔ اس کے چند سال بعد سے طہران یونیورسٹی میں فارسی ادب کے پروفیسر ہیں۔

آپ کی تصنیف ”شرح حال نفا و جغرافیہ جندرق و بیابانک“ کے دیباچہ میں میرزا عباس خاں اقبال آشتیانی لکھتے ہیں:-

”اس کتاب کا مصنف صاحب ذوق اور لطیف طبع شاعر میں سے ہے۔ آپ دکھ مہ قدام کے مانند پختہ مگر جدید روش پر ہے۔ اس دور میں جب کہ ہر شخص شاعر اور مصنف بن بیٹھا ہے، ایسے بالکل شخص کو فضائل

لافت ستایش ہیں۔ ترجمہ: آپ کے اشعار کی تعداد کئی ہزار تک پہنچتی ہے۔ جو اکثر رسائل میں طبع ہوتے رہے ہیں اور کتب درسی میں شامل ہیں۔ آپ کی دیگر تصنیفات ”حالات اسفان“ ”شرح حال منوچہری“ ”مقامات حبیبی“ اور ”تاریخ ادبیات ایران قبل از اسلام“ نامہد حاضر ہیں جو ابھی طبع نہیں ہوئیں۔

۳۔ سالاد شیرازی | ان کے اجداد میں امام قلی خاں والی فارس تھے اور شاہ عباس اعظم کے عہد میں انھوں نے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ مدرسہ خان شیرازی میں اور ”پل مروارشت“ ان سے یادگار ہیں۔ ان کے والد کا نام میرزا علی خاں تھا۔ شاہ ناصر الدین قاجار کے جتن ولادت کے دن صفر ۱۲۳۱ھ میں شیرازی میں پیدا ہوئے۔ اور اسی مناسبت سے ان کا نام ناصر الدین رکھا گیا۔

سالار نے عربی و فارسی کی تحصیل شیراز میں کی پھر انگریزی حاصل کرنے کے لئے
ہندوستان کا سفر کیا۔ لڑکپن ہی میں تیرہ اسی اور شہسوہم کے فن کا شوق
سے حاصل کئے تھے۔ فراغت علم کے بعد قوام الملک میرزا حبیب اللہ جانا کے
سکرٹری ہو گئے۔ جب قوام الملک کی نظامت سے جنگ ہوئی ہے۔ تو
پیشہ کے سرورستھے۔ قوام الملک کو فتح نصیب ہوئی تو ان کو کارہائے نمایاں
کے سلسلہ میں سالار جنگ کا خطاب عطا ہوا۔ اس کے بعد بھی مدت تک ملکی و
سیاسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اب اپنی ذاتی ریاست میں ادبی مشاغل
میں مصروف ہیں۔ اور شیراز کی لٹریچر سوسائٹی کے صدر ہیں۔ آپ کے اشعار
اکثر رسائل میں طبع ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کا شمار موجودہ دور کے قادر الکلام
اور خوش فکر شعرا میں کیا جاتا ہے۔

۱۴۔ سعادت نوری | آقا میرزا حسین خاں سعادت نوری ایران

و نوجوانی میں اپنی طبع سلیم کی رہنمائی سے اس قدر صحیح ذوق شعر و ادب پیدا کر لیا جو
مستثنیات میں شمار کرنے کے قابل ہے۔ شاعر و ادیب کے ساتھ آپ
صاحب تصنیف بھی ہیں۔ آپ کے ذوق سلیم اور نقد ادب کا ایک نہایت محسوس
نمونہ ان کی تالیف ”گہلاے ادب“ ہے۔ جس میں شعراے معاصرین میں سے
۴۷ مشاہیر سخن کے بہترین آثار شعری کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ کے
سرآغاز دیباچہ میں وجہ تالیف یوں بیان کرتے ہیں۔
عرف نظر از کتب متقدمین آثار شعراے معاصرین بقدرت طبع غنی میند وچہ

بسیار از جوہر است گراں بہا و اشعار آبدار کیا نگینہ انکار دانشمندان تراوش بخور و
 و گوشہ و کنار از بین رفته است۔ امروز اگر خوشہ ہشت پد مجموعہ از آثار شعرای
 معاصر پیدا کنیم قطعاً بوفق نخواہیم یافت۔ ہذا این بندہ ناچیز با کثرت مشغولہ کہ دارم
 جمع آوری مختصری از آثار منظومہ شعرا و معاصرہ تہام نموده
 و آنرا بر پیشگاہ بلند و بست قابل در نظر و حضرت آقا سے این مرید دانشمند و ذرا
 .. خرم گرام .. بہ میکسم ..

گھماے ادب میں سعادت فوری نے کیا کیا کلام بھی درج کیا ہے جس میں سے
 کچھ ہم نے اس مجموعہ میں انتخاب کیا ہے۔ یہ غزلیات بھی لکھتے ہیں اور توحید و ملیں
 بھی۔ ان کا مخصوص رنگ جوش و ولولہ ہے۔ بات دا اور سلاست بیان ان کی ہر نظم
 میں نمایاں ہے۔ آپ فارسی و عربی کے۔ مغربی علوم و ادبیات کے بھی ماہر ہیں۔
 چنانچہ آپ نے ”ورڈس“ کی بعض نظموں کی فارسی نثر میں ترجمہ و تشریح اور
 اس کے کلام و سوانح پر تنقید بھی قلم بند کی ہے۔

۱۵۔ **شایہ گرامشاہی** | آقائے محمد جواد شایہ ^{۱۲۶۰ھ} ۱۲۶۰ھ
 میں گرامشاہی میں پیدا ہوئے۔
 علوم و فنون متداولہ کی کثرت لیا کے ساتھ ہی تہجدی و تہذیبی و تہذیبی انداز میں بھی کمال پیدا
 کیا۔ کچھ مدت گرامشاہی سے۔ فتاحات نامی اخبار شائع کرتے رہے۔ بڑے
 ذمہ دار۔ صاحب ذوق و تہذیب و کمال دیبا اور پرگو اور ذوق و گوشہ و عربی
 قصیدہ و غزل و نعت و سحر و سحر ہے۔ آپ کے نمبر ۱۰ کے کلام ”شایہ شایہ“
 ”ان لعاثقین“ ”دستان معرفت“ ”کیمیائے سعادت“ ”مجموعہ قصائد“

چشمہ نوش، تیر شہاب، پریشان، شکرستان، و مخزن لالی، ہیں۔
ان میں صرف آخری دو طبع ہو سکتے ہیں۔

۱۶۔ شورشیرازی

خود اپنی ولادت کا سال ۱۰۶۰ھ لکھا ہے۔ اور حسب ذیل شہادت دہریہ دے کر کہتے ہیں
ازہر از وی صد افزون بود سال شہادت
گفت کہ ز امیدامت بگشتمش مامور چو زار
ایک اعداد جل را چون تداوند با من
آپ کا نسب نامہ اہل شیرازی سنی ہے۔ تھک پھر لکھتا ہے۔ سات
سال کے تھے جب بیچک میں مبتلا ہوئے ورمبانی سے محروم ہو گئے۔ جو برس
کی عمر میں باپ رحلت کر گئے۔ تو، یوں کے زیر سایہ تربیت پانے لگے۔ لیکن
باجود ان نامساعد حالات کے طبع سیم، ذکاوت فطری اور عالی حوصلگی کی
بنا پر دنیا کی مامی حاصل کی کہ غیر فانی شہرت کے ملک بن گئے۔

زمانہ طفولیت ہی میں اپنے ماموں کے بے حجب کاشرف حاصل کر لیا تھا۔
۱۱۳۴ھ میں نظام السلطنت حسین قلی خاں کی مصدحت میں داخل ہوئے۔
اور ان کی رسالت سے شہزادہ امین السلطان کی خدمت میں باریاب ہوئے۔
ناصر الدین شاہ اور مظفر الدین شاہ کی مرگ میں بھی آپ نے قصائد کہے ہیں۔
ایک بار ناصر الدین شاہ قاجار کے دربار میں فی البدیہہ یہ رباعی سنائی تھی
جس کے صلہ میں ”فیض الملک“ کا خطاب مرحمت ہوا۔

رفتہ بدگرہ شہ و خواندہ مثنائے شہ احسن شہ شنیدہ و چشم و را ندید
چوں مسطیٰ اگر شد شب معراج سو عرش روئے خدا ندید و ندائے خدا شنید

۱۳۱۲ھ میں طران سے شیراز آئے اور ۱۳۲۲ھ میں وہیں شادی کی آپ کی اولاد
میں آقا حسین شیفہ اور آقا حسن احسان بھی اس عہد کے خوش فکر حضرات ہیں۔
۱۳۲۵ھ کو شیراز ہی میں انتقال ہوا۔ اور حضرت شیخ سعدیؒ کے
قریب دفن ہوئے۔ آپ کے کلام میں قصائد، نزل، قطعہ، رباعی، تاریخ سب
کچھ ہے۔ اور فارسی شاعری میں کلاسیکی نظم کا درجہ رکھتا ہے۔

اعلیٰ حضرت صاحب شاہ پہلوی کی تحت نشینی کی تاریخ تفتن طبع کے لئے درج ہے۔

اے امیر شکراے محمود راو اے شکوہت راز شاہ نو نومی

تعمیہ تاریخ بس صعب است یک گفت شوریدہ فصیح بمنزوی

از رضا خاں نام احمد پاوشا در عدد کم شد فزوں شد پہلوی

$$۱۶۵۲ - ۳۶۱ = ۱۲۹۱ + ۵۳ = ۱۳۴۴ھ$$

فصیح الملک نے اپنی وفات سے بہت پہلے خود اپنی انتقال کی تاریخ بچا لی

تھی۔ اور اٹھارہ شعر کا قطعہ لکھا تھا۔ صرف تاریخ کا شعر نقل کرتا ہوں۔

سال نو تم بر بربع دوم امیں مصرع گشت شد شوریدہ بجاں جانب منان رحیم

۱۔ عارف قزوینی | میرزا ابوالقاسم عارف ۱۳۱۲ھ میں قزوین
میں پیدا ہوئے۔ عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کرنے

کے ساتھ ہی موسیقی اور خوشنویسی میں مہارت پیدا کی۔ اور کچھ مدت "روضہ جاتی"
کرتے رہے۔ ۱۷ سال کی عمر میں "خانم بالا" ایک حسینہ سے عشق ہو گیا۔ اور

اپنے اور اس کے اعزہ کے منشا کے خلاف شادی کر لی۔ چند سال بعد دوبارہ پڑنے کی وجہ سے طلاق دینی پڑی۔ مگر پھر دونوں نے ہرگز دوبارہ شادی نہ کی۔
 ۱۳۱۵ھ میں رشتہ گئے اور ۱۳۱۶ھ میں طہان آکر موقوف الدولہ امیر کی مصاحبت میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد وزیر اعظم اور شاہ مظفر الدین قاجار کے درباروں میں رسائی حاصل ہو گئی۔ لیکن مزاج میں آزادی تھی۔ دوبارہ داری اور نیری پسند طبع نہ ہوئی۔ تحریک جمہوریت کے شروع ہوتے ہی سب کچھ چھوڑا حرار کی جماعت میں پیش پیش ہو گئے۔ اور جب احرار کو ایران سے ہجرت کرنی پڑی تو یہ بھی قسطنطنیہ چلے گئے۔

مارف تو لاؤ۔ فعلاً ہر طرح آزادی کے علمبردار ہیں۔ انقلاب کے زمانہ میں آپ گاؤں گاؤں کا دورہ کر کے اپنی غزلیں گاتے اور ملک بھر میں آگ لگاتے پھرتے۔ ظاہر اور سرکش افراد و حکام کے خلاف آپ برابر علم و جہاد بلند کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار میرزا احمد خاں قوام السلطنت وزیر نے آپ کے باغیانہ اشعار بالخصوص اس شعر کی وجہ سے جس میں خود اسی پر حملہ تھا آپ کو قید کر دیا تھا۔

آں کسے را کہ دریں ملک سلیماں کردند ملت امروز بنفہم کہ او اہرن است
 عارف نے نئی نئی بحریں اور اوزان ایجاد کئے ہیں۔ جن کو صرف ماہرین موسیقی ہی گاسکتے ہیں۔ اس قسم کی نظموں کے سوا آپ کا کلام زیادہ تر غزلیات پر مشتمل ہے۔ آپ کا دیوان ۱۳۳۱ھ میں برلن میں چھپ چکا ہے۔ جس پر دکتر رضا دادہ شوق نے مقدمہ تحریر کیا ہے۔ آپ کے اشعار لطیف جذبات قومی سے لبریز ہیں۔ اور سننے سناتے والوں کے جذبات ملی کو براہیگتہ کرتے ہیں۔ آپ کی غزلیں قومی

مخلوں میں گائی جاتی ہیں۔ اور آج بھی قارئین و سامعین ان پر سر دھنتے ہیں۔

۱۸۔ غلام ہمدانی | آقا محمد یوسف زادہ غلام پسر حجۃ الاسلام آقا سید یوسف ہمدانی۔ جب ۱۲۹۲ھ میں نجف اشرف میں

پیدا ہوئے۔ نجف اشرف اور ہمدان میں عربی و فارسی کی تعلیم پائی۔ اور علوم و فنون متداولہ کی تحصیل کی۔ دورہ مشروطیت میں آپ احمدیہ کے لیڈر بن گئے۔ آزادی وطن کی خاطر آپ نے بہت مشقتیں جھیلی ہیں۔ ہمدان سے ۱۳۲۵ھ میں اپنے ”الفت“ نامی اخبار جاری کیا۔ اور ”انجمن اتحاد و تعاون“ کی جو کئی برس تک احرار کا لہجہ و ماویہ بنی رہی۔ ۱۳۲۲ھ میں مشروطیت کے قیام کے بعد آپ سیاسیات سے کنارہ کش ہو گئے۔ اور صرف بعض اوقات ضرورتاً منظر عام پر آتے ہیں۔ ورنہ تجارتی و ادبی مشاغل میں مصروف اور قومی و ملکی مسائل سے علیحدہ ہیں۔

غلام کا کلام زیادہ تر غزلیات پر شامل ہے۔ آپ کی غزلوں کے دو مجموعے شایع ہو چکے ہیں۔ فلسفہ و حکمت، پند و موعظت کے مضامین آپ کا خاص موضوع ہیں جن میں آپ غزل کی سادہ و سلیس، نگشتہ و شیریں زبان میں پیش کرتے ہیں۔ اور معلق اور پیچیدہ الفاظ کہیں نہیں نظر آتے۔

۱۹۔ فرخ خراسانی | سید محمد جواد جبر ۲۳ جمادی الاول ۱۲۸۹ھ کو مشہد مقدس میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد میرزا

سید احمد ”آقا جواد جبر“ خراسان کے مشہور اہل علم و فضل میں شمار کئے گئے ہیں۔ فرخ نے باپ کے زیر سایہ عربی و فارسی علوم و ایچہ کی تعلیم پائی۔ اور تحصیل علمی کے بعد تجارت وغیرہ میں مصروف ہو گئے۔ ۱۳۲۵ھ میں روس، جرمنی، فرانس وغیرہ کی

سیاحت کی۔

شعرو سخن میں آپ نے کم عمری ہی میں استادوں کی سی شوق و قدرت بہم پہنچائی تھی۔ آپ کے اشعار کا جوہر روانی و شگفتگی اور سلاست و شیرینی ہے۔ اور آپ دور حاضر کے خوش گو اور صاحب فن باکمال سخنوروں میں گنے جاتے ہیں۔

۲۰۔ **فرخی نردی** | میرزا محمد فرخی ^{۱۳۱۳ھ} میں یزد میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علم کے بعد کسب معاش اور دنیا داری میں مصروف ہو گئے۔ تحریک انقلاب شروع ہوئی تو یہ بھی اس میں شامل ہو گئے۔ ^{۱۳۲۲ھ} ۱۹۰۴ء کے جشن نوروز کے موقع پر ایک پر جوش مسدس پر ہلکے سنایا جس کا مطلع یہ تھا۔

عید جم شدے فریدوں خوبت ایراں پست مستبدی خمے ضخکی است این خند دست
حالیا کر سلم و تور انگلیس روس بست ایرج ایراں سرا پا دستگیر و پاے بست
بہ کہ از راه تمدن ترک بے مہر می کنی
در و مشروطہ اقدام منوچہر می کنی

حقیقت میں یہ مسدس عجیب طوفان انگیز اور ولولہ خیز نظم ہے صنیع الدولہ قشقائی حاکم یزد اس قدر آپ سے باہر ہوا کہ اس نے حکم دیدیا کہ فرخی کا منہ سی دیا جائے۔ اور قید کر دیا جائے۔ چنانچہ مدت تک فرخی قید میں اور منہ کے زخموں کے شدا یہ میں گرفتار رہے۔ اور اس کے اثر سے اب بھی گفتگو صاف اور واضح نہیں ہے۔ قید سے رہا ہونے پر آپ کا قومی جوش اور قدرت ملک کا جذبہ اور کبھی تیز ہو گیا۔ اور آپ پوری سرگرمی سے اصلاح ملک و قوم کے کام میں مصروف ہو گئے۔

یورپ کی جنگ عظیم کے زمانہ میں فرخی بعد اوار کر بلا کو ہجرت کر گئے۔ وہاں سے
 نگر نروں نے نکالا تو موصل چلے گئے۔ پھر ایران واپس آئے تو روسیوں کے ہاتھ
 میں گرفتار ہو گئے اور عرصہ تک قید رہے پھر وثوق الدولہ اور سید ضیاء الدین طباطبائی
 کے عہد وزارت میں دوبار قید ہوئے۔ ۱۳۴۱ھ میں آپ نے طوفانِ جامہ کی کیا جو
 اپنے عہد کا بہترین ادبی و سیاسی اخبار تھا۔

انقلابِ مدرس کے جشنِ دہم کے موقع پر آقاے فرخی یزدی۔ آقاے شیروانی مدرس
 اور شامہ سہن۔ اور شاہزادہ سلیمان میرزا۔ دسی دعوت کے جواب میں ماسکو گئے۔ فرخی
 نے واپسی پر اپنا سفر نامہ اور اس زمانہ کے تاثرات، طوفان، میں شایع کرنے شروع
 کئے لیکن حکومت نے اخبار بند کر دیا تو یہ سلسلہ بھی بند ہو گیا۔

۱۳۴۱ھ میں آپ یزد کی طرف سے مجلسِ ملی کے ممبر منتخب ہوئے۔ مجلس
 میں اکثریت حکومت کے حامیوں کی تھی اور فرخی مخالفین کے سرگرم ہتھیار تھے۔ اس لئے آپ
 کو اکثر طعن و ملامت کا آماجگاہ بننا پڑا تھا۔ غرض آپ نے اپنی پوری عمر قومیات کے لئے وقف
 کر رکھی ہے۔ اور اس قرن کے وطن پرستوں میں آپ کا نام زیریں حروف میں نمایاں
 کئے جانے کے قابل ہے۔

آپ کی منظومات، غزلیات اور رباعیات قومی جذبات اور جوشِ ملی سے لبریز ہیں۔ آپ نہایت
 زود گو اور پر گو قرار اکلام شاعر ہیں۔ عموماً چند منٹ میں پوری غزل کہہ لیتے ہیں۔ آپ کا کلام
 ابھی تک علیحدہ کتابی صورت میں شایع نہیں ہوا۔

محمد طاہر فاروقی

مارٹن نسل، آگرہ۔
 یکم مئی ۱۹۳۶ء

منظومات

ملک اشعرامیرزا محمد تقی بهادر خراسانی

کل الصید فی جوف الفراء

چارتن دریکه ناس بستند دومان سی
 چاه و آب بود کی میرا زه زین چار ایتاد
 درگه محمود شد نیز چار شاعر فروغ
 زلف فرستاد بر شاعر از بر پشت پیل
 بود کار شاعران در حضرت غنی بکام
 بر خدمت هر یک نیکو نمایان داشتند
 ایستانیده بدرگه مرکبان اهورا
 در حضر همراه خسرو در سفر همراه
 چرخ بر این چارتن بگماشت چشم عاطفت
 با چنان خدمت که بودند آن اساتید بزرگ
 بنامگان دند و شاگردان بر استاد طوس

پنج نوبت که رفتند ازده شعر و شاعری
 فرخی بسجده زینتی و عنصری
 همچنان که زینت خیر گنبد نیلوفر
 اینت خوش بازو گانی آنت الیشی
 زانکه چه محمود را بدیده شاه پروی
 با کمر بے مرصع با قبا پائیزی
 که ترانیده مجلس فرش بے عبتی
 شوق خدمت در سر و دست پیش نهاد
 دهر بر این چار پور انگند مهر نادر
 مال نصیب زینار و فضل و حکمت بهی
 زانکه بودند سخن سنجان و در راه طری

در سخن فردوسی فرزانہ را با انوری
 کے گنڈا اوستا دوس لاف ہمسری
 چوں کند با دستِ ہوسِ سحر ہے سامری
 رتبہ دانے طوسی رتبہ پیغمبری
 شاعرے را شعر سختمہ شاعرے اس سرری
 اینکی ہد و شریعت اینکی صوفی گری
 از بیخ و وصف و عشق پند چوں خوش نگری
 در مقام کینہ تو ز می چوں پلنگ بر بری
 روح را ہر نغمہ اش سازد یکے خندیا گری
 کا ندرا نہا لفظا، با معنی نہا ہمسری
 بستہ از انداز خوش یکدستہ گلبرگی طری
 فیلسوفی پادشاہی، گریزی، کندوری
 وال صفتا شعر شد و اس شعر باشد دقری
 کی تو اس میں نغمہ را بہت با افروگری
 ہرگز از اشعار اذنا بد نشان مہری
 نشو می از شعر بایش بوسے دلا گوہری
 شعر از ہند گوید شعر کا فر کا فری
 ہرچہ در شہنامہ است آثار والا خبری
 بر نہاں لفظ درمی، جائے زبانِ آدمی

من عجب نام از آن مردم کہ ہم پہلو نہند
 انوری ہر چند باشد اوستا کے بے میل
 سحر ہر چنداں قوی عاجز شود با معجزہ
 شاہنامہ ہست بے اغراق قرآن عجم
 شاعرے را شعر سہل و شاعرے اشعر صعب
 اس کے پند نصائح اس کے عشق مدح
 بہتر یہ شعرے از یہ اقسام و شہنامہ است
 در مقام چارہ ساز می چوں پر شکلی چست
 چوں دم از تقدیر و از توحید پر دانی زند
 داستانہا بستہ چوں بخیر پوداویں ہم
 باغبانِ خوش از ہر ہر دستاںے نوبنو
 چند روح اندر یکے شاعر میراث و قتاد
 زیر طباع مختلف سرزد معانی مختلف
 شعر شاعر نغمہ آزاد روح شاعر است
 فی الکمال گو شاعرے بہتر نہا شد و منش
 و نہا شد شاعرے اندر منش والا گہر
 ہر کلامے باز گوید فطرت گویت را
 ترجمانِ محقر والاے سر دوس پود
 گفت بیخبر کہ دارند اہل فردوس بریں

نئے عجب گریز نازن فردوس فردوسی بود
یہ ب پرشنامہ دگویندہ اش ہرگز نہ کرد
گر نہ با افسار قانونشال بدیچا پند پوز
کس بدیشان نگہ دگرچہ زن و فرزندشال
ہر کے مشہور شد این قوم بدخواہ دپنہ
این داس با سہمی و حافظ ہمیں دشمن
کو دودے شہم رب النوع گفتا درمی
جز کے کش نیست عقل از و ہمت لیتھل بری
از برستان دانش پشک یزداد زخی
لاجرم خصم بزدگانند و خصم منفتری
زانکہ بوم شوم باشد دشمن کبک درمی
گرچہ رو معبود خلق انداں تباں آدمی

میخ فردوسی شنیدیم از شعاع الملک و گشت
تا بے اندر شعر گفت ارسال ماہ اوستاد
سی صدوسی یا بسا لے کتر از ما در برداد
در او ایل چار صد شد سپر شہنامہ اش
بردوسی و پنج سال اندر کتاب خوش بنج
ز رکبت ناورد و ازیرا کار فرمایا بدنہ
چو محمودی در آغاز جہانگیر می بود
زندہ شد ایراں ازین شہنامہ گرچہ شاعرش
طبع من از خواندن شعرش بہیں گفتن ہی
اینک ایس تا بنج نیک آید چونیکو بشمری
ہم شہمت پنج کرد آغاز دستاں گسری
یازدہ سال دگر شد عمر شاعر سپری
ماند با بنجے چناں گنجے بدیں پہنا دوی
بستہ پنجوں سیکہ بدول نقشر زہر جعفری
چوں فروں شد گنج را دیفت آمد مصری
خون دل خور و دندید از سخت لاد برمی

تا بہ عہد پہلوی شہاننشہ والا
شد ہزارہا و در انگشت جہاں انگشتری

افکار اخلاقی و فلسفی

از برای کمرہ پست و حقیر زیر این قبة مینائے بلند
نیت خورسند کس از خرد و کبیر من چرا بپوده با شمع خورسند

شده ام، ریمه آشتیا با یک رفته تا سر حد اسرار وجود
چیت هستی؟ آفتے بس تا یک داند راں نقطہ مشکي مشہود

بجز آن نقطہ نورانی شک نیست در این افق تیرہ فروغ
عشق بستم بجہان یک یک راست گویم؟ ہمہ وہم است دروغ

غیر ہمہ نیاید بنظر غم و شادی خوش و ناخوش بدو
نکند کو کبہ صبح و گر در بر دم جلوہ نہ تشییع غروب

فکر عصیان زدہ مستاصل جوگر و اب یکے روح عظیم
چوں یکے کشتی بشکستہ دگل پیش امواج حوادث تسلیم

خلق ما کردہ طبیعت ازل بد و قانون پلید از زانی
سر تائید بر ائت اول رمز تائید بر تقسم ثانی

روح من گر دنیا گان من است العجب پس من بدبخت کرام؟
وگرایس روح و خرد زان من است بسته بند و راشت چه ام؟

یک نیا عابد و عارف مشرب یک نیا شکر می و دیوانی
پدرم شاعر و من نیس سرب شاعر و شکر می و روحانی

جد من تاجرو دین روے پدر در من آهنگ تجارت فرمود
اثر تربیتش گشت پدر لیک بروج من آسب فرمود

من نه زاهد، نه محاسب، نه حریف من نه تاجر، نه سپاسی، نه ندیم
بهمه باب حریف و نه حریف بهمه کار عظیم و نه غلیسم

خست چون نگ سپهر غار هر دم بر جگر افکند هفتنگ
گوئی از بهر نشان تیر انداز بدنی نمرخ نشاند هفتنگ

گل پیش رس

بماه سفندار یک سال شید بتابید بر یاسمین پدید
نشسته هنوز از ستم دست می زابرد بر افشاند غور شید خوی

گروشد گل و گاه باد شمال
 بعد رنگ سیرغ زدن کلاه
 گدازد برف و بیاید شید
 دود و دانه آں پیش کای بهار
 بستان خورشید زرق سپهر
 بزد بگل تر سر از شاخ خشک
 دوسه روز شب گشت و شب نشد
 بنگار بهار و خه یو چمن
 بیک ماه از آں پیش کایام دست
 بخندید بهر خورشید روز
 گماں بر مشکس که خورشید ماه
 نداشت کانیک نه بنگام اوست
 هوای دژم و انگوشت حال
 بزد تیر در چشم اسفند ماه
 بخوشید سبز و بجنبید بید
 فریبده خورشید شد گرم کار
 بهارے پدیدار شد خوب چهر
 بر از مشک شد لکن بید مشک
 گل پیش رس گلشن افروز شد
 گل یاسین زیور انجمن
 بر آمد مغز دیروں شد پوست
 شب خفت پیش مه و لغزوز
 بر او هر روز بیک گاه و گاه
 که بر جاکے مے زهر در جام اوست

با که طبیعت بر آمد ز خواب
 بغریه باد از بر کو بهار
 زمانه خاک طبعی آغاز کرد
 یفتاد برف و بیفسر دجوع
 سراسر بیفسر و پرمرو باغ
 شکر نند نازش بچرخ لبسال
 فروخت خورشید بر شد سحاب
 بیفتاد ناله و و خم شد چنار
 طبیعت بسر دی سخن ساز کرد
 سیه زراغ و در باغ شد بیکه گو
 همان پیش رس گوهر شب چرخ
 بیفسر دود و شناسش اندر زبال

چنین است پاداش نود آمدن با تیر باطل نرسود آمدن

من آن پیش رس غنچه تازه ام	که هر جا رسید است آوازده ام
من آن تو گل برگ جان خورده ام	بغلت فریب جہاں خورده ام
بیک راه صد سالہ پیورده ام	بہ بیگانہ رخسارہ بنمودہ ام
بخون گرمی روزہ بشکستہ ام	ز دم سردی شب بخون خستہ ام
زبے آبئی عرف پژمرده ام	ز سر ساسے عادات افسرده ام

نبودہ در ایام یک روزہ شاد
نخندید در باغ یک باداد

فردوسی

سخن بزرگ شود چون درست باشد و راست
کس از بزرگ شد از گفته بزرگ رواست
چه بد، چه بزل، در آید باز مایش کج
بر آن سخن که نہ پیوست با معانی است
شنیده امی کہ بیک بیت فتنہ است
شنیده امی کہ ز یک شعر کینہ است
سخن گرازد دل و زانما سخاست زیب نیست

بے تفاوتِ شناسا ہا یعنی و لفظ
 درست و راست بہ ہنجا رخے آن دگواست
 جلال و رفعت و گفتار ہاے شا ہا ہ
 نشان بہت فردوسی سخن آراست
 عتاب ہاے غیورانہ و شجاعت ہا
 دلیل مردمی گویندہ است و فخر اور است
 محاورات حکیمانہ و درایت ہاش
 گواہ شاعر در عقل و رائے حکمت است
 صریح گوید گفتار ہاے او کایں مرد
 بہ بہت از امر او بہ حکمت از حکماست
 کجا تواند یک تن دو گونه کردن فکر
 جز آن کہ گوئی دو روح در تن تہااست
 بصد نشان ہنر اندیشہ کردہ فردوسی
 نعوذ باللہ پیغمبر است اگر نہ خداست
 در دن صفہ بازی یکے نمایش گر
 اگر دو گونه نمایش دہیے والا است
 یکے پہنہ شناسا ہیں کہ فردوسی
 بصد لباس مخالف بازی آمدہ است

۱۲
 امیر کشور گیر است و گردش سرکش
 وزیر روشن راے است و شاعر شیدا است
 کلمات ملوک و محاورات رجال
 ہمہ قریبہ فردوسی است بے کم و کاست
 بدون پردہ جہانے زحمت است و ہنر
 درون پردہ کے شاعرے سید و لقا
 بہ تخت ملک فریدوں بہ پیش صف رستم
 با چشم اسکندر بہ مکرمت دارا است
 بگاہ پوزش خاک و بگاہ کوشش آب،
 بوقت ہیبت آتش بوقت لطف ہواست
 بوقت راے زون بہ ز صد ہزار وزیر
 کہ ہر وزیر داراے صد ہزار دہاست
 بہ بزم سازی مانند بادہ نوش ندیم
 بہ پارسائی چوں مرد مستجاب دعاست
 بگاہ خوف مراقب بگاہ گیس بیدار
 گہ شبات چو کود و گہ عطا دریاست
 بحسب حال کجا بشمر و حکایت خویش
 حدیث ہائے صریحش تھی ز روی و پاست
 بزرگوارا، فردوسیہا! بجائے تو من،

یک از ہزار نیارست گفت از آنچه دوست
 تراشتا کنم دس ، کزین دغل مردم ،
 ہی نرا نم یک تن کہ مستحق شناست
 تو را کنیم شناسا تا کہ زندہ ایم بہ دہر
 کہ شاہت اسات اے شہر مرد خفاست

جلال الممالک شاہزادہ امیر قلب مادر

وادمشوت بے شق پیغام	کہ کند مادر تو با من جنگ
ہر کجا بینم از دور کند	چہرہ پر چین و جین پر آہنگ
با نگاہ غضب آلود زند	بر دل نازک من تیغ خدنگ
از درخانہ مرا طرد کند	بہجو سنگ از دہن قلعا سنگ
مادر سنگ دلت تا زندہ است	شہد در کام من دلت شہرنگ
نشویم یک دل و یک رنگ ترا	تماں بازی دل او از خون رنگ
گر تو خواہی بوصالم برسی	باید این ساعت بیخوف و درنگ
روی و سینہ بتنگش بدری	دل بردن آدمی ازاں سیدہ رنگ
گرم و خونین بخش باز آدمی	تا بردن آسینہ قلبم ز رنگ

عاشق بے خرد و نامنجا
حرمتِ مادر می از یاد بسرد
رفت یارش بیگناہ سناک
تقصیر سرسبز دل مشوق نمود
نقصا خورد دم در بر سیں
آں دل گرم کہ جان داشت هنوز
از زیں باز جو برخاست نمود
دید که آن دل آغشته سخنوں

نہ بل اُن فاسق بے عصمت ننگ
خیرہ از باد و دیوانہ ز ننگ
سینہ بدر یزدل آورد چنگ
دل مادر بخش چو ز برب
واند کے بہہ شد از زنگ
اوقدا از غم آں سہم و سہم
سپہ بر آتش شعل آں سہم
آید آتش بر دل یں آہنگ

آہ دستِ پسر م یافت خراش
و اسے پاسے پسر خود بست

در مذمت شراب

ابیس شبے رفت بسبب الین جو آنے
گفتا کہ منم مرگ اگر خواہی زہار
یا آں پدر پر خود را بکشتی زار
یا خود ز مے ناب بنوشی دوسہ ساغر
مذمتِ زیں بیمِ جواں بخود و جاداشت
گفتا نہ نکند با پدر و خواہرم ای کار

آرکستہ با وضعِ عیبہ سرو بر ما
با پدر بگزینی تو یکے زیں سہ خطر
یا بشکستی از خواہر خود سینہ و سر
تا آنکہ پوشم ز ہلالِ تو نظر
کہ مرگ قدر لرزہ بہ عنِ عظیم نہ را
لیکن مے از خویش کنم دفع ضرر را

جئے دوسرے خورد و خیر زمستی ہم خوہر خورد و دہم کشت پیدہ را
 ایہ کاش شہر خشک بن جائے خداوند
 زین یہ شہر خط کند نور آبشہر

گفتہ وے کار گر و کافر

شنیدم کہ زلفِ نطسہ کرد
 روان کار گر از دے بیازرد
 بگفت لے گنجور اس نخوتِ اچیت
 من از آں دہم تر شتم کہ دیگر
 تو از من زور خواہی نہ ز تو زرد
 تو صر من نمائی بدہ سیم
 زمین زور و ز تو زراں باں در
 نہ باقی دا- واپس دستہ نہ فائل
 بکس چوں را کمال چیزے بیخشنند
 چہ منت داشت پدید یک دیگر
 منت تب دواں نور بصر را
 کجا باقیست جا عجب و بصر را
 گر دادی و پس و آدم گم را
 چہ کبر است این خداوندان زرد
 چہ ابریک دگر منت گزارد
 چہ محتاج اند مردم یکدگر

تعارف

یارب این عادت چہ می باشد کہ اہل ملک ما
 گاہ بیرون رفتن از مجلس زود روم می کنند
 جلد بنشینند یا ہم خوب و بر خیزند خوش
 چوں بر پیش در رسند از یکد گرم می کنند
 همچنان در موقع وارد شدن بر مجلس
 کہ ز پیش روی گئے از پشت سرم می کنند
 بر زبان آرند بسم اللہ بسم اللہ را
 گویا جن دیدہ یا از جا فوراً روم می کنند
 اینکہ وقت رفت و آمد بود اما این گروہ
 در نشستن نیز یک نوع دگر روم می کنند
 اس کے چوں می نشیند اس کے در می جہ
 تا دو ذوبت گاہ کم کہ بیشتر روم می کنند
 فرضاً اندر مجلس گروہ نفر بنشستہ اند
 چوں یکے وارد شود ہر وہ نفر روم می کنند
 گوئی اندر صفہ مجلس نشستہ بنشانند اند
 چوں یکے پاس ہند روم می کنند
 نام این روم را نادانان ادب بنماہ اند

بیشتر از صاحبان جسم و زردم می کنند
از برای رنجبردن مطلقاً منقلب نیست
تا تو انقدر از برای گنجور ردم می کنند

قوی و ضعیف

قصه شنیدم که بواسطه جلد
در مرض بوت با جاذبه دستور
خواجه چون آن رخ گشته دید برآ
گفت بطیر از چه شیر شریک گشتی
لحم نه خور و ذوات لخم نیار
خدا کی جو جسم بایه نصرا و برود
اشک تحسیر زبرد و دیده بیفشرد
تا نه تواند گشت بخون کشد و خورد
مرگ برای ضعیف امر طبیعی است
هر قوی اول ضعیف گشت سپس مرد

میرزا ابوالحسن خاں مروغی

السانیت

اگر دیده بے نور دیده بود
چو خوب بے خرد نیست مردم کس
هم این آدمی بخرده آدمی است
تو چون بت بیدانشی خرمی است

خود را بدانش شناسد خرد
ترا ہم خبر معرخی مودنی است
نیاز او بدانش ندر می نماز
برایش خود کا پنجه داری کمی است
چه ناز می نه در صافه روزگار
چو مردم ستم خود مرا تا می است
نگین خرد نیست در شست تو
سیلانیست چون چوت جی است
فروغی کسفت با کسی یار باش
که با اهل دانش در ابدی است
بود تا جراحات نقص وجود

بدان دم رسد کانه رومر همی است

عزم و همت

خوش آن کش بر آسودگی نیست
ز هر مشکش بیج پروا نه نیست
دراز آیدت را و در چشم عزم
اندیرا که در رفتنت را نه نیست
اگر با کسی همت بود مرد را
سر اسر جهان بی یک با نه نیست
فرانج است گیتی زهر سو که تو
نگوئی پے جنبش هم جانے نیست
نه کز فرط دانش نشینی که با نه
روانم بر این نرن پنهانے نیست
بریں داکو نه بن سیتی محیط
جز از عزم جان نهانے الا نه نیست
همان کرسی ایند این جان نت
که و سش کراں را پندیرا نه نیست
نامکن سیر تو عکس در دوست
مکان را بن اربنچ پیدا نه نیست
ست این بهن گیتی کیے کا رگا
نشسته برش جز تو جلا نه نیست
پرندے برش بیدار استن
که جز تو برو پھرو آرا نه نیست

تو بر نقش زیباکہ بسیخی بباغ
 بپیش دراست آفرینندگی
 ہماں چشمہ بیناے گیتی توئی
 از آبی تو نیکہ رہیں چشم کوہ
 جز از کوہینش نیفرایدست
 فروغی کہ در نام دارد فروغ
 ہماں بے فروغ نہر دمنیت
 جز از خلق آں چشمہ بیناے نیست
 کہ بے دیدہ خود نقش لیاے نیست
 عجب کت گہروشنی ز اسے نیست
 کہ ساوہ دلت ہمت افزاے نیست
 جز از بدینشت کا فرماے نیست
 بریں نام نازندہ بے جاے نیست
 جز از بستر خاں و خوار اسے نیست
 خرد جز یکے نور ہمیش نہاے
 کہ ہمت کشد سوے بالائے نیست

عزت نفس

برا آنم کہ دست از ہماں باز دارم
 مرا پردہ غفلت از دیدہ یک دم
 جہاں با جہاں جوے خافل گذارم
 گر فتنہ ز اں پس تمنہ ندارم
 چہ بندم بد اں نعمت شوم دل
 مرا بیچ گل شکفہ پیش خاطر
 جز از خار کمر خستہ پاے برآرم
 ز گہ دوں ہمہ رنج زاری کشیدن
 ازاں بہ کہ نزدیک دوناں برآرم

مختصر جنگ بین المللی

آمد ہی وہی سخن اینست بایک باز روزے است کہ گل نہ کند نامیہ عزرا
درماند اشخ غنچہ وہن می کند باز ہر مرغ بھراے دگر سیسہ و پروانہ

اب مرغ رواں ہم تو خود ایں خانہ بہر دواز

ایں خانہ بہر دواز بہانہ دگرے شبو در راہ ہواں باغ نہ اری پادشہ
کش بہرہ برد ہم خور و ہم خار نہ پر تو باشد کہ بچشند ترا پادشہ سے از نو
واں ساتی خوشید رخسہ گرد و دوسزا

در آئینہ جام رخ جسم بنگار د در جام جسم س خون سیاوش نثار د
س آب کہ چوں آتش ز دشت بیٹا واں مانیہ جامہ بکشت شت انداز
یعنی کہ منہ و امن ز دشت گفت ہند

کو دین ہری کینہ ز دشت ستاند در آب چو آتش اثر نیک نہ اند
ز آنت کہ ایں آب بہ پستی بختاند زین پیش تو گوئی بچہ پستی رساند

کام روز رسید کہ ایں دہر سب تاز

از جہم چوشتانے بجز از جام نہ اند با جام بسازم کہ سر انجام نہ اند
ہر چند زمرہاں بجز از نام نہ اند در خاطر با جز طلب کام نہ اند

نام کام تو پس آتش خمسم بہ تن انداز

گر بار دگر طرح سے انجام بیام در ترک سے سرخ و لب جام شتام
اگر دگر باد کہ بے بادہ خرم سن بندو کہ چوں ذرہ نہ دگر جزا

خوشید کف دارم و شرمندہ از ابراز
 بر کشور ما تیرگی آورد چنان دست
 کامروزہ ہو رہا یز بجاں بت
 اے باغ شہاں کت قدم ناو خست
 آغاز چاں عالی انجام پشیں پت
 ایں سحر چاں حاست از اں کو کل عجاز
 ما نا خلفا نسیم از اں تیرہ نشانیم
 از راستی اینک کجی نیمہ شانیم
 خوش چوزند دل کہ دگر جاں بفشانیم
 ناچار ہماں آتش باید بنشانیم
 جاں باز نیار و شد جز مردہ سران ساز
 اے تازہ گہرا کہ دریں کان جانید
 چون غنچہ بدیاں پردہ آئندہ نہانید
 چون اپنے ما پائے بر ایں خاک فشانید
 ایں تیرگی از دورہ ما برستانید
 اں نوز جو سید کہ بود است در آغاز
 چوں آتش بے نور ز رشتی منش خاست
 شد اہر منی و دوش در چشم ہنر است
 با ایں ہمہ شمعے گرازیں ظلمت شب کاست
 اں برق سحابی ز سماء ہنر است
 ہاں ہند بگریزد بشنیدن ایں راز
 ز اں پس کہ نمازہ بجاں ہیج اثر ما
 در خاک شود پے فلک خلق سر ما
 مانج سر ما گر د ایں خاک در ما
 ز ہمار گمیرد ز ما جز ہنر ما
 باقی ہمہ عفویت فنا را بود انباز

تضمین و بیت ادیب پیشاوی

ز ساقی کہ لب پیش دارد مرا
 کہے ہائے آغشتہ شیریں شکر
 سخن سیخ و انا ادیب سترگ
 نے شست بہا ہچوں طب
 بیاہوز جوے بلند آفتاب
 شنیدم من گوش من کام شد
 شدم مست چونانکہ دریائے
 بریم سر و تاج جمشید را
 یک آواز یک دیدم بچرخ بلند
 تو گفتی کہ خورشید تخت است ثنا
 زمستی منش دست بروم بہ تخت
 کے گوہر از تاج روشن بریز
 چو تجر فتم این بیت دیدم براے
 ہر آن کو ز دانش برد تو شہ
 جہانے است بنشستہ در گوشہ

شکو خواستم کہ لب آرد مرا
 چو آن نظم استاد صافی گہر
 کہ پیشاوار از نام ہے شد بزرگ
 ہی خواند یا من از آن شتہ لب
 بہر جا کہ ویرانہ بیخی تباب
 کشندہ زہر لفظ صدام شد
 پر از صوح دیدم در ایوان کہ
 فروزندہ رخسار خورشید را
 نشستہ بر آن خسروے از بلند
 فروزندہ تر دار از خود کلاہ
 بنیافت ازین خسرو نیک بخت
 رہا کرد و گفت اے فروغی گیر
 ہم از گفت دانش و لغز گوے

۲۳ آفتابِ حید علی کمالی صفہائی

جشنِ فردوسی

جہاں بزمِ نشاط است و شادی و جشن
 بویہ کہ این جشن ملی بود
 گر این جشن را ریشہ خواہی تخت
 بویہ کہ ایرانیان را زیاد
 یکے مرد گویندہ آورد و طوس
 حکیم و دل آگاہ بنجیدہ گو
 بلطف معانی و گفتار نغز
 پے نظم گفتن چو آغاز کرد
 چرا از راس و مردی سخنامے او
 ز گفت و آئیں بجائے نشست
 سخن ہر چہ بود از نیاگان ما
 ز طرزِ جہانداری و بسطِ خال
 ز انہا نغزِ غریب و شگفت
 ز گفتار و کردار متروک و خواہ
 نشاید سخن گوے ماند و خموش
 سہ و ہر چہ از آن ستایش بود
 بگویم کہ چوں سرزد و از چہ دست
 تہ خواست گردیدن اسج و نژاد
 کہ آراست رُئے سخن چوں فردوس
 خجل آبِ حسیوان بر طبع او
 جہاں را بطیب گل آگندہ مغز
 ز فردوس گشتی درے باز کرد
 سخن جاسم بد بہ بالائے او
 کہ کس را بیداں جاد گزینست
 ز مردان جنگی و شایان ما
 ز داد و دہش ہوا آئین پاک
 کہ از ایں پند دانا تو اندگر گفت
 کہ اکنون بیداں با کنیم استخار

بیاورد و در نظم یکسر کشید
 نسی سال بروند آن کار رخ
 بدست چو آن گفتا کرد یاد
 ز فردوسی اکنون بگیتی سخن
 کنون جشن سال هزاره است
 بدل داد ایرانیاں را امید
 به عشق وطن نه بامید گنج
 بدان نام میمون شهنشاه داد
 بماند است برگزیده گردد کهن
 همه ملک سرگرم کار و است

الا ای سخن گوئی نامای طوس
 خطا گفتم این گفت نه چو منی است
 تو آن پر مغرور دگوینده ای
 قتل گیر تا جمله گویند بگاں
 گرت شاه محمود و در رنج کرد
 از آن عهد و پیمان بجز از هزار
 ابا آهنبین عزم و داس توئی
 که تاج و تکیس باله از نام او
 از آن پس که ایران پر از قتل بود
 فراوان بهر جا بد آه شفتگی
 بجنبش زهر گوشه گردن کشته
 بعزم توئی کار کرد راست
 هم کار بازو گرفته نظام
 زمانه برگ تو در د فوس
 که ز می تو بهی مرگ راه نیست
 که ناپادسی هست تو زنده ای
 بخیل تو آیند چو بندگاں
 ز کردار او دل ترا گشت سرد
 پایراں بیامدی که شهنشاه
 شهنشاه بیدار دل پسروی
 ستاره بخوبی مگر کام او
 ز نایمینی بر طرف رخسار بود
 نفس با گرفت ز دل تشنگی
 بجز در خرابی نه بد کو شسته
 بکو بید هر سرگزانی فتنه خاست
 بروں خود سر می شد ز ایران تمام

سرافکندہ ہر کس پے کا زخویش
 چو اینگو نہ ہر تو سے رام شد
 بہ پست و بے بسی ہر کار و دید
 پے اخذ تعلیم و بطل علوم
 فرستاد آنجا پیایے فرنگ
 بفرمود ایرانیان را تمام
 ازیں راے شاہانہ شد زور مند
 کنوں بزرگ گاہ افشاندن است
 یکے باش تا میوہ آرد بہار
 برفت از پے سود بازاری خویش
 بغرش ہمہ ملک آرام شد
 سخت آنچه بایستہ بد برگزید
 جو انان شایستہ زیں مزدوم
 کہ بے علم مردم نداشتہ سنگ
 کہ سالے دو مانند از نظام
 جو آنے کہ پارسش بریدے نترند
 سپس کام از جانش اندک است
 مرایں خمسہ کا نشانہ بک شہریار

بنا ہاے زیبا بس ایجاد کرد
 بفرمود تا خانہ اسے خراب
 مجلل ترا خواست آرام گاہ
 چو میسل شہنشاہ ملت برید
 بزرگ اندر آں کار امداد کرد
 کنوں از پس تو بساے ہزار
 ہر آن جا کہ ویراں بہ آباد کرد
 بکو بسند و سازندہ طرز صواب
 کہ جبہ اس کند کار شہ پار شاہ
 بعشق تو و میسل شہ بگر وید
 ہم از جشن تو قلب خود شاد کرد
 کمالی بدیں گفتہ استوار
 ہوے تو خواہد کہ رہ جویدے
 ہو میں پے نفست رہ پویدے

خوانند بہارِ مہر گاہ

اے عشرِ جہدِ اے کہ خود را ز اعضاءِ خجستہ می شماری
انصافِ یزد کہ گویت تا از عدل جوئے خبہ زندہ ہی
در مابقیِ یم و عہدِ وسطی ہر گز نہ بد این سیاہ کاری
آن کہ بغف یا بعداً گر عمر میں نمط گزار ہی
دشت کہ دکنی جہاں را

بر خود ز تمدنِ اچھے نامی بگذاشتہ بصدِ خط و حال
دانا ہمہ داند ایسکہ دای در آں تو نہادہ بہر حال
چوں باقی خوب رو کہ جلے بر کف بودش ز زمہ قتال
انقدر کہ بجا دولی سامی گشتار نکو و زشت افعال
زیں را دکنی تو کے غاں را

گرچہ بقرونِ پیشِ دائم ایں فتنہ و شور و برہر بود
آخر نہ ز مادی در آنہم کہ پر تو مہر دے بس نمود
آں مہر گرفتہ ترک عالم دیں طرفہ کہ عالمے است خوشنود
وہ دل بنگاہم ازین غم کایں عہد گرفتہ اند مسود

خوانند بہارِ مہر گاہ

یک وادی ہولناک غمداہ کش تغذیہ میتش بجز خوں
بانامِ حقوق و عدلِ خسار آہستہ برنگ و انہوں

چوں شاہد دل کشش بازار در جلوہ بیاوردی ہمی چوں
اے کاش کہ پردہ می شد از کار تا چند زنی تو نفس واروں

بوشی بچہ رنگ آسماں را
اے ہیئت اجتماعی آونخ
کز تو است چہ الغ برجگہ ہا
آغشتہ بخون دیدہ ہارخ
سازبی پسرا ز پے پردہ ہا
نہ کار نکونہ راے فرسخ
در تو نگہ بند با بصیر ہا
برگفت منت چو نیست پاخ
ور لب شکنیم این گہر ہا

پس خوب بہ بندیم زباں را
ہر چند ز کبیر بر کشی سر
واسرا جہاں ہم سر بخونی
دشمن بتوسن شوم خردوں تر
تا راہ بدین طریق بونی
نہ من کہ ہزار ہا ہنر ور
نخضم اند ترا زیں دور وونی
این شرم و تیز ہا بدست
آزرد و نمی توان کہ شوئی
دانیست کہ نیست مرا ہم آل را

گزینک بخویش بنگہ می ہاں
بافسکہ عمیق و رے و شن
بسنی ز تمدن مرخشاں
دارمی تو چہ لکہ ابد امن
وحشی منشی گزین کہ چنداں
غم نیستش از برہنگی تن
بایں رخ خوب و لعل خنداں
بس خوں کہ گرفتہ بگردن

نہ آشوب بہل دے زباں را
اے مرغ اگر چہ امی خوش آواز
زین نغمہ ترا بہر جہاں

جز طبع کمالی سخن ساز کاں نفع تمیز نہ ہر از غصہ
 با تو نبود کسے ہم آواز یہودہ مکن بروں سرا از پر
 بگذار ز سر ہوا سے پرواز کایں راہ مخوف ہست دیگر
 ترسم کہ بھنی آشیایں را
 ز این نعمہ بقر گر نیاید، حلقوم ترا بہ تیغ فولاد
 ز می مہر و سوسے وفا گریند از سر بہ نندہ رسم بیداد
 پیرانہ بہ پند لب کشایند چوں مرد مکن بطفل نو زاد
 متشو کہ غمے بغم فریند از این سخنان سست بنیاد
 پوشند بخار پر نیال را
 تو بے خبری بکنہ گیمستی ز اسرار وجود و پرچہ خوانی
 طفلے کہ کند ہنوز تہائی داند چہ رموز آسمانی
 در سیر بشہ بلک دیدنی این کش مکش است جاودانی
 با خاکمہ حیات آدمی رمزے است نہاں کہ توندانی
 زین منکر عبث مکاد جاں را

پچکامہ وطنی

اے کشورِ بزمِ زیناں گشتہ خراب کا بادی تو کس بتواں بیند بے خواب
 گویند اہل منکر کہ اصلاح حال تو شاید ولیک نیست طریقے جز انقلاب

من نیز بینی که ازین خون پیچ رفته
 باشند یگان کشور سروس و آرایش
 اخلاق فاسد از همه سوبسکه موجزن
 گیتی جدا گشته و اینچنان زجس
 نا از زمانه پسند گیریم اگر فاسد
 ایس کنگی برگشت راں علی یقیر
 تا خود چه اختیار نمائی بر لب خود
 ترسم که سر ز خواب بر آیم آن ماں
 پنجاه بار گردش گردوں بمن گذر
 کا خر سیاہی بجای ما کے سر آید
 پس آسمان و خیل نباشد بجای
 بر تخم کاں کشته همان نیز بر ویم
 خفتیم ما در راه بریند دیگران
 با مفت خوار و جاہل و بیکاره آں کنند
 بر حسب مرد واریاں بند اگر حیات
 آں را که مرود در دطن میت گویمیر
 اصلاح کن نخست خود را ز عیب پس
 کو تا کہ کن کمالی و لب از سخن به بند
 کو راں شسته اند بهرم اندر و چه سود

در عرق مردمان تو نتوان نمود یاب
 افسردہ اند فاسد از شیخ تا شاب
 چوں تشنه است طالب صلی حد راب
 در خواب غفلتیم بگنیم ازاں حساب
 خود را چنوں عوض نمایم بہشتاب
 مرگے چنان گریز نباشد پیچ باب
 سن گفتم انجیر بود و نمودم روضاب
 کہ جانب دگر زده سر باشد آفتاب
 کرد و زین شنید گونا گویا کہ عتاب
 مویک سپید کرد و ندامت کی جواب
 راحت اگر بریم گیتی دگر عذاب
 بیروں بنیاید از بیضه غراب
 دین طرفہ ترکہ، هیچ نداری اضطراب
 مردان کار کاں بنمایند باد و آب
 غواہی دیا گذار دلیرانہ در رکاب
 زان کش بمغز راے و خود نیت و تباب
 اصلاح ملک نواہ شودی تاکہ کامیاب
 وزیر و حقایق خوین کشن نقاب
 آید اگر کہ شاہ مقصود بے حجاب

ویرانی ایران

چند بیاید نشست و بود نگب س
 وہ نہ محفل ز حد گذشت و صبوی
 کثیر سیر و سگشته لمبہ چن
 ریخت بجاک ابرو سے خانہ کسری
 یک وہ آباد در کنار خند زیت
 رفت تباراج مرز و بوم کشادہ
 بالمشہ اگر دل نہی بکاخ زراندو
 ملک حجاب این چنین باو کفتا
 از پئے امید یک دور روز و زار
 تاکہ بہ بینی ہمہ دلیسر بہ تمت
 آخر ازین حزب دوستہ ہاے سیاسی
 برہ چہ بردیم ما و ملک چہ دیدہ است
 ملتے اکنون بہ تیرہ بختی ما نیست
 بیشتر از آن کہ این اساس بخوار
 باید ازین دستہ ہائے کشتاید
 گیرد از آن پس بدست دولت ماند
 عمدہ کند کار ہاے ملک و نگردد

دید بویرانی و خسروانی ایران
 بیشتر از این نگاہ کردن نتوان
 فاسد و جاہل بفرہ و غرض نادان
 رفت بہ باد افتخار جنگہ سنان
 گر تو بہ بینی درست تالاب عماس
 زواثرے نیست غیر کلبہ ویران
 گر تو بہ بینی سیاہ خانہ و مقام
 دست نذاریم باز ماند سر آں
 چشم پیوستیم از خدا و ز وجوداں
 تا خرمی جملہ حیرہ دست بہ بہتاں
 کہ پس ہم می ننذر پاے بمیداں
 غیر نفاق و خلاف ہاں بسنما ہاں
 گر تو بہ بینی در آشکار و بہ نہاں
 ہستی ما بر کند ز بنج و ز بنیاں
 دست و گرد دستہ را بکو بڈنداں
 در ہمہ ملک بے معاون تو ماں
 از شتم و فح عمر و دید پریشاں

یا نہ باید کہ داد مرد سہ آگاہ
 دایہی و خسرو پرست خیر و اندام ایراس
 از پیے اصلاحت کار آختہ شمشیر
 بہر رہائی ملک برزد و دامن
 قبلے سخت تر از آہن و فولاد
 کش نتوان دست یابد آجڑ سوز
 در ہمہ حالے چو کر بتابت و محکم
 کاں نشود وقت کار پہنچ ہر سال
 و رکہ بجا نیست از پیہن ہنرے مرد
 تا بہر ہاند مرا پیہن سفید ز طوفان
 باش کما کی صبور زانکہ نباشد
 در دے در روزگار ناستدہ درماں

آفتابے بیع الزماں خراسانی

ایران دیروز - ایران فردا

از چیست کہ این ابر تیرہ خاست؟
 و این تیرگی ہمہ از کجاست؟
 این ابر نشانندہ و دود دم
 آدخ تیدا نم کہ از چہ خاست؟
 یاد ہمہ بر خاک نطق و قیہر
 این بادش آں ابر دیو ساست
 پہنایے جہاں دانت و دشنی
 آں پہنہ روشن سیہ چراست؟
 می تافت از ادنہر ایزدی
 آں فترہ یزداں چو آبجاست؟
 افتادہ شباناں شکستہ دل
 در گلہ سیہ گرگ در چراست؟

بلایه بصدخر می تیریں
 گوی که بیزواں شدہ است چیر
 ایراکہ بدویا متہ نطفہ
 خواہد کہ ز گیتی بردن سر و غ
 یازیدہ چرا دیو زشت دست
 پذیرفتہ چر پیش دیو نیست
 یزدان اگر کش نیستے ایسر
 تابندہ رو باز روے چلیت؟
 گر چرخ بر آورد باز کئے
 ہر نقش کہ کرد ایں بکار گر
 فردا است کہ سرتاپا خوش است
 پاشیدہ ہر ملک خاکِ نوح
 و آں را کہ ز فرماں تباہت سر
 شوید بجاں باز نقش کفر
 زانکہ کہ فرو تافت نو ہر
 دیرد کہ پذیرفت دین حق
 آں پاک ہمیسہ کہ کئے او
 آں پر تو گفتار احمد می
 ماند بجاں تا فرغ دیں

آندوہ بصد رنج مبتلاست
 دین تیرگی از دیو تیرہ زاست
 شاد است و باز می بین فضاست
 کہ دیو ہمہ تیرگی سزا است
 یزدان کہ امر و زباد شاست
 فرمانش اگر بر جہاں و است
 امر کن اگر بر جہاں کیاست
 تا یک چہ قطر آسیاست؟
 بشکب کہ گیتی نہ دیر یاست
 ناپاے ترا ز نقش سینماست
 ایراں کہ نشستن کہ بلاست
 گرفت زہر شدہ باز و سارت
 در دیدہ بشمشیر چوں گیاست
 ایں ملک بر آمد کہ ستاست
 ایں مرز پرستندہ خداست
 زانچس کہ بد و فخر انبیاست
 آئینہ خسار کہ بر یاست
 ز می دین خداوند منماست
 پیوستہ مرا ایں ملک بقاست

زودا کہ ہماں تیغ آتشیں ،
 دیرے نہ کہ آں کا دیاں درفش
 نوباوہ ایراں بود بزرگ ،
 درکنہ جہاں اے شگفت نیست
 ایں ملت آزاوہ دہاسنوز
 آں طاق بگردوں کشیدہ سر
 دآں کا کہ نفس بے ستوں
 ویرانہ استخر میں کہ نور
 بر نیمہ گیتی شدہ است چسپہ
 اے تانہ جو انان پاک دل
 ثنابیت یکے آسیا کہ خون
 کوشید و نو آئیں کنسید ملک
 مرغے کہ نہ کوشد بسال سر
 داریر زباں راست ہجو دل
 یاساے نیاگاں کنسید نو
 مہمید بگفتار دیو ہوش ،
 کرد آتش پماندہ گفت نیست
 آن دیو بد آموز چرب گو
 ماسادہ دل و دیو بد گسر

در کشتی ایں ملک ناخداست
 در نیم جہاں برشت . دلاست
 گر پیش تو بے مایہ کہ بہااست
 ہرزے کہ نہ در فے نشان است
 آثار بزرگیش پاسبان است
 در بار گہ تینغوں پاست
 بر مردی و کند آوری گواست
 بالاے فلک پیش و دوامست
 ایں مایہ اثر و جہاں گواست
 کہ کشید کہ ہاں نوبت ثنابست
 دانندہ آں نفز آسیاست
 کوشش ز شما و از ملک عاست
 در یوزہ گرمود در شتابست
 کایں رسم و دہ مرد پاست
 نہشت آنکہ نہ بر میرت نیاست
 گر عزت ایرانیاں ہواست
 ایراست کہ گفتار او ہباست
 آگندہ سر از دیو و کیسیاست
 بگر بختن اند دیو تاں دواست

کائنات بجاک اندروں فرد
 با آں ہمہ برگ نوا کر هست
 بنشستہ یزداں چرخین
 ماہ ست کے روز خوش و لیک
 در ملک چرامک جہاں گداست
 بس مرد فقیرا کہ بس نواست
 آنرا کہ چناں باغ و گلستا
 در کامیے نرہ اثر و طاہست
 کز تابش او نافت ہواست
 پیوستہ ابا مرگ آشناست
 کاہندہ جان است جانفزا
 کز خاطر مایہ سمرگی نہا
 آیم بر آں بامرا خوش
 باید کہ بایستد ما و تو
 ایں کڑی کشور کنیم راست

کوشش

کہ خواہد بگریختی شود سر فراز،
 بہ بیم اندر از پہنہ جنگ نیست
 چشم اندرون مرغ آیدش
 اگر آیدش سنگ خارا بہ پیش
 سوسے بر شدہ چرخ نار و نواز
 چو پیش آیدش کار و لتنگ نیست
 بجان و بدل خواستار آیدش
 کہ بہ تابش رخ زار، مان خوش
 بسازد و گر گونہ آہنگ را
 ز بخت بدش نیست در دل ہراس
 جہاں را بشاد می نگویہ پاس

بہ پیش بلا کس چہ سخت نہ
 بود مرد و داندہ سخت آفریں
 بکوشش گرانمایہ را بر سریت
 چو نختہ بکوشیدہ نگام کار
 ہماں کش ز گیتی بر آوردہ گردد
 چو کوشش کند مرد سنجیدہ لے
 ز گیتی بر آید نہ سادہ سپہر
 بخور شیدہ شکفت اگر یافت ست
 بکوشش تو اں یافتن ہر چہ ہست

میرزا علی اکبر خاں دہخدا

اشعار حکمتی

در سلوک گفت پنہاں عارف و اہلستہ امی
 نقد سالک نیست جز تیار قلب خستہ امی
 در گلستان جہاں گفتم چہ باشد سود گفت
 در بہارِ عمر از بارِ حقایق دستہ امی

از پریشان گوهران آسماں پر سیدش
 گفت! عقدے از گلوے ہوشاں بگستہ ای
 گفتم این کیواں بام چرخ ہر شب چیت گفت
 دیدہ بانے بر رصد گاہ عمل بنشستہ ای
 گفتم اندر سینہ با این تودہ دل نام چیت؟
 گفت! اسرار نہانی قیمت برجستہ ای
 روشنی در کار بینی گفتش فرمود نے
 غیر برقی ز اصطکات فکر دانا جستہ ای
 جہہ بکشا کر کشاد و بست عالم بس مرا
 جہہ بکشا وہ ای برابر دے پیوستہ ای
 دل کن بر پاکی دامن عفت راجہ پاک
 گر ثننت ناسزا کی گفت ناشایستہ ای
 گوہر غم نیست جز در بحر طواف زابے عشق
 کیست از ما اے حریفان دست از جہاں شستہ ای

قطعہ وطنی بسک جدید

اے مرغ محروم چو این شب تار ^(۱) بگذشت ز سر سیاہ کاری

وز نفع روح بخش اسرار رفت از ستر خشکای خماری
 بکشود گره ز زلف زرد تار محبہ نیکوئی عماری
 یزدان بکمال شد نمودار و ابرین زشت خو صاری
 یاد آرز شمع مرده یاد آرز

(۲)

اے یونس یوسف اندرین بند تعبیر عیاں چه شد ترا خواب
 دل پر ز شفقت لب از شکر خند محمود عدد بکام اصحاب
 رفتی بر یار دغوش و پیوند آزاد ترا از نسیم و مهاب
 زانکو همه شام با تو یک چند در آرزوئے اتصال اجاب
 آخرت بر بحر شمرده یاد آرز

(۳)

چوں باغ شود و دوباره خرم، اے بلبل مستمند مکیں
 دژ نیل و سوری و سپهر غم آفاق نگار خسانہ چین
 گل سرخ و برن عقی ز شبنم تو داده ز کف قراء و تکلیں
 ز آفاق گل پیش رس که در غم ناداده بنور شوق تسکین
 از سردی دی فسرده یاد آرز

(۴)

اے ہمرہ تیبہ پور عماراں بگذشت چو این سینہ محدود
 و آں شاہد لغز بزم عماراں بنمود چو دغوش مشہود

وز نرنج زرد چو شد بکیراں ، هر صبح شمس غم سپرد و عود
 زانکو بگناه قوم نادان در حسرت لب ارض موعود
 در بادیه جان سپرده یاد آرد

(۵)

چون گشت ز نو زمانه آباد ای کجودک دور طملانی
 و ز طاعت بندگان خود شاد گرفت ز سر خدا خدائی
 نه رسد ارم نه رسم شد آد گل بست دهان ترا خدائی
 زانکس که ز نوک تیغ جلا داد ما خود بجرم حق ستائی
 پیانده وصل خود ده یاد آرد

پیر زال از خانماں دور

بنورم بگردا زین هول حال چو یاد آیدم حال آن پیر زال
 که میرفت و میگفت سیر از بهاں ز بوده ز کف ظالمش خانماں
 بچشم تو این خانه سنگ است و مرا قصر فردوس و باغ بهشت
 چه از دیر پیش تو گمشت سیم مرا خویش و پیوند و یار و ندیم
 بهر شست از آن باشدم صد هزار بدل از زمان پدر یادگار
 نه بینم که اندر نظر ناورم بهر گوشه صدرافت باورم
 گفتم ز رفت از آن چو من تیره ؟ که با هم درین خانه بگذاشت زخت

در این خانه ام بود ساز و سرور ،
زدیگر مرا چون کشم ساز و سرور ،

بیروین خانم عثمائی طهرانی قلب مجروح

دی کو دکے بدامن مادر گریست زار
کند کو دکان کو بے بمن کس نظر نداشت
طفله مرا ز پہلوی خود بے گناہ ماند
آں تیر طعنہ زخم کم ازیشتر نداشت
اطفال را بنحیث من از چہ میل نیست
کو دک مگر نبود کسے کو پدر نداشت
دی روز در میان بازی ز کو دکاں
آں شاو شد کہ جامہ خلقاں بہر نداشت
من در خیال موزہ بے اشک رنجستم
ایں اشک آرزو ز چہ ہرگز اثر نداشت
جز من میان این گل و باداں کسے نبود

آخر تفاوت من و فلان شمس و چیت
 کو موزہ اسے بپاے دکلاہو بسر نہ داشت
 آئین کو دکی رہ و رسم دگر نہ داشت
 ہرگز درون مطبخ ماہیزے نہوخت
 دیں شمع روشنائی ازیں بیشتر نہ داشت
 ہمگایگان ماہرہ و مرغ می خوردند
 کس جز من و تو قوت زخوں جگر نہ داشت
 بروصلہ باے پیرہنم خندہ می کنند
 دینار و درہے پیرہن مگر نہ داشت
 خندید و گفت آل کہ بفقر تو طعنہ زد
 از دانه ہاے گوہر اشکت خبر نہ داشت
 از زندگانی پدر خود می پرس از آنکہ
 چیزے بغیر تیشہ و بیل تو بسر نہ داشت
 ایں بوریاے کہنہ بصد خون دل خرید
 نقش گہ آستین دگے آستر نہ داشت
 بس رنج برد و کس نہ شمر دشن ہیچکس
 گنام زیست زانکہ وہ و سیم وز نہ داشت
 طفل فتیس را ہوس و آرزو خطاست
 شاخے کہ از تگرگ نگوں گشت بر نہ داشت

ساج روزگار دریں بہن کارگاہ ،
از بہر ماقماتے ازین خوب تر نہ داشت

اندازِ بہلے حکمتی

چہ خواب میکنی اے دوست وقت بیداری ست
بہوش باش کہ کارِ جہاں سیہ کاری ست
بپات رشتہ فکند ست روزگار سنو نہ ،
نہ آگہی تو کہ این رشتہ گرفتاری ست
بہ گریگ مردمی آموزی و نمیدانی ،
کہ گریگ را از ازل پیشہ مردم آزادی ست
نہفتہ ہر پس این لاچوردگوں خیمہ ،
ہزار شعبہ ہا زہی ہزار عیاری ست
سلام دیو گیسو و متاع دزد مخواہ ،
چرا کہ دوستی دشمنان زمکاری ست
بر آں مریض کہ پسند طبیب نپذیرد
سزاش تاب و تب روزگار بیماری ست
چشم عقل بہیں پر تو حقیقت را ،
گمراہے نور و تجلی فوں و طراہی ست

اگر که در دل شب خون نمی کنند گردون
 بگاه صبح چرا کوه و دشت گلزاری ست
 بچاکی نه توان رستن از کیند قضا ،
 پلنگ گرسنه مشتاق گاو پر داری ست
 برادرست ز کشتی که حاصلش تلخی است
 پوشش روی ز آینه که زنگاری ست
 سپرده دل مفتون خود به معشوقه ،
 که هر چه در دل و از تو هست بیزاری ست
 بنمیرد بار گران زمانه چند کشتی ،
 ترا چه مزد بپاداش این گرانباری ست
 فرشته زان سبب از کید دیوبلے خبر است
 که اقتضای دل پاک پاک انگاری ست
 بلند شاخه این بوستان روح افزا
 اگر ز میوه تهی شد ز پست دیواری ست
 تو خرد و تن خویشی چراستی محکوم ،
 تحمل ستم ناکان ز ناپایداری ست
 در آن دیار که دار و نی و پز مشکلی هست
 اگر مریض بمیرد ز بے پرستاری ست
 برو که منکرت این سودگر معامله نیست

متاع اود ہم از بہر گرم باز رہی ست
 نہ زہر شد زنج، استی طلب کردن
 حدیث دیدن خورشید در شب تاری ست
 گلش بہو کہ نہ شغلش غیہ گل چنی است
 غمش مخور کہ نہ کارش غیہ خوشخواری ست
 کہ ام شمع کہ ایمن ز باد صبح گہی ست
 کہ ام نقطہ کہ بیرون خط پرکاری ست
 نہ ہر کس کہ میاں بست و مرد میدان شد
 بلندی اے پس کہ از بندہ تقداری ست
 بدای صفت کہ تو بہستی دہند یادداشت
 سزاے سکار در آخر ہماں سزاواری ست
 عمارت تو شدہ است این چنین اب لیک
 سخا نہ دگر اں پیش تو معاری ست
 بہل کہ عاقبت کار سرنگونت کند
 بلند ہی کہ سرا انجام آن گوناری ست
 ز غفلت کہ جفا کردن است آئینش ،
 ترا چگونہ امید عنایت و یاری ست

آئین آئینہ

وقت سحر آئینہ اے گفت شانہ اے
 کانخ فلک چہ کجرو دگیتی چہ تندخوست
 مار ازمانہ رنج کشش دتیسہ روز کرد
 خرم کے کہ بچو تو اش طالعے نکیہ ست
 ہرگز تو بار زحمت مردم نمیکشی
 ماشانہ می کشیم ہر جا کہ تار موس است
 از تیسہ گی و پیچ و خم راہ ہاے ما
 در تاب و حلقہ و سر ہر زلف گفت گوست
 باآں کہ ما جفاے بتاں بیشتر بریم
 مشتاق روے تو است ہر آنکس کہ خوبرو
 گفتا ہر آں کہ عیب کے در قفا شمر د
 ہر چند دل فرید و در خوش کند عدوست
 در پیش روے خلق بما جاوہنہ از آنکہ
 ماہر آنچہ از بد و نیک است رو بروست
 خارے بطنہ گفت چہ حاصل ز بو و ننگ
 خندیدگی کہ ہر چہ مراہست رنگ بوست
 چوں شانہ عیب خلق مکن مو بہ مو عیاں

در پشت سر ہند کسے را کہ عیب چوست
 ز آنکس کہ نام خلق بگفتار زشت گفت
 دداری گزین کہ از ہمہ بدنام تر ہم دوست
 ز انگشت آزدامن تقویٰ سپہ گمن ،
 این چاسپوں دریدہ نہ شایستہ رفوست
 از مردستانِ ریاکار خوشتر است
 دشنام دشمنی کہ چو آئینہ استلگوست
 پرویں نخست زیور یا راں صفت است
 بائے نیاز مودہ کسے را مدار دوست

مطایبہ فلسفی

تو سے وقت بختن از ماشے ،	بے سچید و گفت این چه کسوست
باش خندید و گفت غمہ مشو	ز آنکچوں من زیاد وچوں تو بکوست
ہر چہ را می پزند و خا ہد پخت	چہ تفاوت کہ ماش یا عدسے ست
ہمہ را یک رہ است اندر پیش ،	گرم اندر میانہ پیش و پسے ست
جز تو در دیگر ہر چہ دینخت اند	تو نماں می کنی کہ خار خنہ ست
زحمت من براے مقصودیت	جست و خیز تو ہر ملتے ست
کاگر ہر کہ ہست محترم است	ہر کسے در محیط خویش کے ست

فرصت از دست میرود هشتاد
 ہر پرے را ہوا ہے پرواز میت
 عمر چو پا کا روان ہے جسے ست
 گر پر بازو گر پر گئے ست
 جسے دھوئے و باز ہی ہوتے ست
 باسے دھوئے و باز ہی ہوتے ست
 جسے تو اب کر داندریں دریا
 دست و پائیں نیم تانے ست
 نہ ترابر فراہ نیلے ست
 نہ مرا بر خلاص دستبر سے ست
 ہمہ ابار بہنند بہ پشت
 کس نہ پر سہ کہ فارہ یامے ست
 گر کہ طلاس یا کہ کنخشک
 عجبست رمز داسے ہفتے ست

اشکیتیم

روزے گزشت پادشہ از گزر گئے
 فریاد شوق بر سر ہر کوے و بام خاست
 پر سید از آں میانہ یکے کو دیکھتیم
 کیس تا بنشاک چیت کہ تہاج پادشاں است
 آں یک جواب داد چہ دانیم ما کہ چیت
 پیدا است این قدر کہ متاع گراں بہا ست
 نزدیک رفت پیرزے کوثر پشت و گفت
 کیس اشک دیدہ من و خون ل شماس

مارا برخت و چوب شبانے فریفتہ است
 این گرگ سالماست کہ با گلہ آشناست
 آن پار سا کہ وہ خود واسب رہن است
 و آن بادشا کہ مال رعیت خورد گداست
 بہ قطرہ شربتیاں نظر رہ کن
 تا بنگری کہ روشنی گوہر از کجا است
 پیروں بکجرواں سخن اندہتی چہ سود
 نو آنچنان کہ نہ نجد ز حرف است

میرزا ابوالاسم خاں پیر داؤد

استغنینہ

بر خیز ز خواب وقت تنگ است
 بشتاب کہ روز لازم و جنگ است
 بل شیشہ بے گلہ شمشیر
 بشتاب کہ برکت سی دیو
 از گیوے یار بند میزدیر
 اے سست نہ مویہ درنگ است
 بر خیز ز خواب وقت تنگ است

بشتاب که روز رزم و جنگ است
 تا چند زبان ز ظلم بسته ، از آزادی خویش دست شسته
 نو مید بگوشه ای نشسته ، گر چشم نه کور و پا کنگ است
 برخیز ز خواب وقت تنگ است
 بشتاب که روز رزم و جنگ است

تا چند خروش و آه و زاری ، زین پس نه سزا است بردباری
 زین پیش نه در خور است خواهی ، فرمای بردن ز دوس تنگ است
 برخیز ز خواب وقت تنگ است
 بشتاب که روز رزم و جنگ است
 تا دوس به ملک جاگزینند ، تا چند بجنگستان نشینند
 تا دشمن کیفرش نه بیند ، خود شهید بجام با شرننگ است
 برخیز ز خواب وقت تنگ است
 بشتاب که روز رزم و جنگ است

خوش آن باشد که تیغ آزمیم ، اغر و پیکار سر فرازیم ،
 شمشیر ز خون سرخ سازیم ، چند است که تیغ زیر زنگ است
 برخیز ز خواب وقت تنگ است
 بشتاب که روز رزم و جنگ است

از بهر وطن بجا بکشیم ، در رزم بان پیل جوشیم
 چون شیر دژم بهم خروشیم ، گو دشمن از دور و پلنگ است

بر خیم ز خواب وقت تنگ است
 بشتاب که روز رزم و جنگ است
 گر دور شود ز جسم اسیر افتد در خاک تیره پیکر
 ندیم ز چنگ سخت و اسیر تا در ترکش یکے خندنگ است
 بر خیم ز خواب وقت تنگ است
 بشتاب که روز رزم و جنگ است
 اماں ز بے ستیزه برخاست دریا و ریاسا به آه است
 از دور حریف ز مشتخو کا است زو بهم و هراس در فرنگ است
 بر خیم ز خواب وقت تنگ است
 بشتاب که روز رزم و جنگ است
 شد تیره چو خاک چرخ میخا از دوره توب کو و فرس
 شد بگرگرفت دشت و دریا از برفت و ز نوین غلنگ است
 بر خیم ز خواب وقت تنگ است
 بشتاب که روز رزم و جنگ است
 شمشیر یلان درین تگاپو آمد چو گاه و کلاه با گو
 که ز دل شیر از میا بود هشد اله که روز و فر و جنگ است
 بر خیم ز خواب وقت تنگ است
 بشتاب که روز رزم و جنگ است

یہ

اے گرو و عشق بازاں یہ ملے
 شد گرفتار ستم مام وطن
 خرمین اسید از بیداد و سخت
 بگسلاں اے مرد بند بندگی
 نیست مرد کار و ادرا گیر و دار
 ہر کہ را در سرفرازی دلبر است
 گر بدو باز تیر از چیت راست
 اے خوش آں مرد کہ بڑے ار
 تو پندہر سو ہی غور چو مد
 غلط اندر زنگہ در خون خویش
 بیش ازین پسندنگ خوشتن
 یاد آرد از داریوش اردشیر
 انقدر زین و زود از این ننگ و غار
 خانہ ما گشتہ آں دیو زشت
 گہ شود امر و دشمن کامیاب
 پور طہودت بدر زنجیر ا

اے ہوا داران ایراں یہ ملے
 رحم بروے اے جواناں یہ ملے
 آدمی از نووانہ افشاں یہ ملے
 پاکبش از چاہ زنداں یہ ملے
 بسم از این تیراں زان یہ ملے
 دارد اندر کف سرو جاں یہ ملے
 و نگر داند زمیں اں یہ ملے
 جاں سپرد ایران گویاں یہ ملے
 تیر از ہر گوشہ پراں یہ ملے
 نوجواناں صد ہزاراں یہ ملے
 زندہ کن نام تیاگہاں یہ ملے
 زان ہمایوں روزگاراں یہ ملے
 مرگ بہ زیں روزگاراں یہ ملے
 عرض ما اند آں غولان یہ ملے
 روز ما آید بپایاں یہ ملے
 بند با آں خیل دیواں یہ ملے

شیر شو از گله رو به مترس
گر قوی از پشت گردن بیستے

اندرز

جام مے دلہ ار گزارید گزارید
ناید سخن صلح و سلامت ز کس امروز
جنگ است و از آن بند و غفلت توپ
رزم آمد و جوش آمد و شد و یوسم کفر
حالا کثرت و نرم سوے ہم آو، دشمن
نگ زندگی خرس سیه کام سر آمد
تا کالبد خرس بگو رے سپارید
از لاشہ دے دست بردارید

بیادام و باب

تیکہ برزندگانے دانیست
چوں حبابے نشسته بر آبیم
چرخ را رسم مهر و وفا نیست
اعتمادے بد و وفا نیست

کاروانے زما رفت انیش
بس عزیزان زما درگذشتند
نخامانے کرسشد خالی از مام
دو دمان کتھی ماند از باب
کس نماند و است و با ہم نمایم
پور و حزن یکتا رفیقے است
جز بمانم دلش آشنایت

دکتر محمد خاں افشار

دو مایخ

دو مایخ ہم آورده بودند روزے
یک را بصد گوشت اندود و محنت
یک را بصد ناز با نازینے
بہویدم و ہر دو را شکر گفتم
نہادم یک را بہالائے میرے
پر آگندہ عطرے و شورے و شوقے
یک از بوستان دیک از دستانم
پر زودہ در بوستان باغبانم
فرستاد آں دلبر صبر با ہم
کے یاد دل خود یے باز با ہم
یے را گرفتہ بہر پنجو جانم
کے در و خانم یکے در روانم

کے راہجو ہم نہ در دست گیرم دے نہیں جو دیکھا ہے برآں ہم
 یکنے ماز شوقی کہ دارم بولیش ازیں دست باریک دیگر شاہم
 میان دو تارنج ہمزنگ ہم سب چہ فرق است آئندہ اندام نہ اند
 کہ یکا فردن است ہم رنگ ہم بو پیش مشامسم بر دیدگانم
 ہر پیر سیدم احوال ہر یک زان دو کہ گوید از خوشتن داستانم
 بیاسخ چہ نہیں گفت نامرنج اول کہ من نامہ پرورد و دوستانم
 دیگر گفت من نیز آیم زیستہاں و اگر بیشتر زین بجوئی نشانم
 مرا چیدہ نہ آنجاے دست کہ دانی
 فرستادہ دست آل داستانم

زارع

پامندہ باش زارع بد بخت رنجیر
 اے آل کہ زندگانی ماور بقاے تست
 بد بخت خواند مت بخطا عذر من پذیر
 خوش بخت زیر سایہ ہچول ہاے تست
 در نزد خلق اگر چہ گداہی و بیسوا
 در چشم من تو شاہی و سلطان گداہے تست
 یک دانہ زید و دست تو صد دانہ می شود

ہر شاخہ اے کہ روید از آں از دھڑے تست
 دانی کہ خوشہ از چہ سرفرنگندہ بر زمین
 شکر تو می گزرد و اندر شنائے تست
 از قحط و از غلا نہ شود کار خلاق تنگ
 تمام شکلات و رکفت شکلات اے تست
 نیکی بخلاق می کن و امید دار باش
 فرداے رستخیز کی سناے تست
 گو مردم از رضاے تو غافل نشسته اند
 خوشنودی و رضا خدا در رضاے تست
 جان حقیر من نہ بود لایق منشا
 در نہ تر دے صدق و امداد تہمت تست

شب مہتاب کو ہمارا البرز

فے از نور مہ چوں روز روشن
 تو گنتی آسماں طاقے بلند است
 چراغ مہ بر اطلاق است آدن
 مہ تابان بسان "پر تو انگن"
 درخشندہ مہ چوں نیک سوزن
 چراغے راسخ کش نیست روغن
 دیا، سند اقبانوس آدم
 ہمہ سیارگان بر گمہ دآں ماہ
 نرند و لاغر و پژمان دبیرنگ

ثوابت چون ہزاراں شمع کم نور
نیارم وصف آں شب کرد زین میثر
منوچہری اگر می بود میگفت
چخاں فرخندہ شب را اگر بہ بینی
بباید دیدن آں شب را کہ گویند
کہ عہد ابر فروز می روز روشن
فصاحت را بود حدے مہین
زبان من بود در وصفش الکن
ہم نامی شوی دیوانہ چون من
” شنیدن کے بود مانند دیرن“

مہیروں زلے در پائے البسہ
گزیدم بر سیتغ کو ہمارے
ندامت کوہ را ایشب چہ حال است
خروشان است و گریان است خندہ
برقص آمد در آنجا کلک بی جاں ،
در آں ہمتاب شب بر یاد ایراں
کتار چشمہ سارے بود مسکن
چو کئے بر سر نئے تشمین
کہ اشک از دیدہ اش ریزد بدن
گئے شادی نماید گاہ شیون
مرا زائیدہ شد طبع سترہ
شدم بر صفحہ کاغذ قسطنطنیہ

ہنگامے کہ دم از بالا پائیں
شدم نو مید و در نو مید می خویش
گذشتہ درس امیدے بمن او
شدم گونی بخواب اندر کہ دیدم
ز دوریائے خزر تا بحسہ عمان
زیک سوبستہ دیدم سد کاروان
وطن را دیدم اندر چہ چوبیشتن
مرا آمد بدل یاد ” تہمتن“
پدیدم در کراں آئندہ روشن
کشیدہ سر بر خطائے آہن
ز مرز ہند تا سرحد ارمن
نزدیک سوے بس کاویدہ حدن

۵۶
 چو از اندیشہ نختے باز گشتم
 بنگاہے دیگر من گنجم بمیہن
 بطلموس اندروں کردم بنگاہت
 بدیدم گفتنے بر تاس گلشن

دکتر رضا زاده شفق

بیادیدم
 بکونا صبح مدہ پندم، گزشت از کار کار من
 حدیث عشق کو تیکن کہ رفت از دست یار من
 بروز کسی ہمسایہ من سایہ من بود
 دلے آنہم نہاد و طاقست شبہائے تار من
 خرد گوید تو اناں مرد باید زندہ دل گردد
 درینجا دل بہود از من عنان اختیار من
 بخواب کو دکی قدر صباوت و اندانستم
 کنوں بیسٹم کہ خوابے بودہ خوشتر و زگار من
 بکاخ غم چو مرغ تیر خورده آسشیاں جہنم
 قفاں کرد آسشیاں از نالہ ہائے بیشمار من

بہارِ عمرِ یامِ جوانی بود صدافسوس
 گلے نشگفتہ پامال خزاں شد نو بہارِ من
 کتابِ عمر شرح جائگنی باے من و دل شد
 گے من در فشارِ دل گے دل در فشارِ من
 کنوں گننام و بچو ز لیسن خواہم کہ نہاں شد
 بہ زیرِ خاک یا ز نام بخش نامدارِ من
 بیدار و صل تو بر کشور بیگانه خو کر دم
 با امید زنت یارا صبور می شد شعارِ من
 دے وارستہ از امید و دیدارت اگر بودم
 گر قمارِ غم در جسم نماید کہ دگارِ من
 بروز ہجر تو دل با قسار و صل خوش کر دم
 چہ بد چہاں شدم افوس بر من قرارِ من
 نہ بے مہری شعار تو، نہ غفلت پیش من بود
 ندانم ظلم تقدیر است یا ظلم دیا رِ من
 دلا رفتی و در ہجر تو دلدار می از آں جویم
 کہ بہر عشق رفت و میرود دار و ندارِ من
 صبا گر از وفار و نہ سمر خاش گزر کردی
 بنہ بہر خدا برگ گلے روئے نگارِ من
 ہمیں پروردگارِ من دل مادر بدست تو ست

دل مادر بدست تو همیں پروردگار من
 الٰہی آتش عشقت فروزاں تر شود هر روز
 ز عشقت بر نگر دم گر بسوزد پود قمار من

بیاد برادر دم

روز تار و دل آزار شد اندر غم یار
 مردم و مور و دود و دیو و شب آسایند
 پرسم از چرخ که تا چند بسوزد و محو شود
 چرخ بیدل کند از دور اشارت که خوش
 جنگه غم دیدم گشت بغم گوش بزنگ
 ششده رنجت مرا مرده تقدیر گرفت
 سوے دیوانه شوم یا که پے پیرمیاں
 یا که دار وے شفا سکت از شیخ کنم
 تا مگر باز نمایند معاصی جہاں
 آں گل چہرہ کہ با خاطر خداں دیدم
 آدای یار کہ رفتی تو چنین ناسنگام
 نگر ت با من دیوانہ نمودی پیماں
 یاد باد آنکہ مرا با تو چه هم دردی بود
 تو کہ جانچاہ دل آزار تویی اسے شب تار
 دل دیوانہ مابین بدل شب بیدار
 پرسم از دہر کہ تا چند مرنید و کب بدار
 دہر بے عاطفہ گوید بمرارت ز نہار
 ای دل تنگ آتش چنین زنگ شمار
 من بیچارہ و چار غم زخم سہ و چار
 رہ میخانہ روم یا کہ یہ بندم ز نادر
 یا کہ از پیر طریقت بکنم استفاد
 تا مگر نفس شود دہر دہر و کس اسرار
 گشتہ امروز خدا یا ز چه شتے گل خواہ
 نوزاد عمر جوانی نشدہ بر نحو روار
 ایں چہ پیماں فکنی بود دلا این چہ قرار
 ہر دو دیدیم ہی ہر دو ہم اسرار

کدو دریں ملک یکوچوں تو رفیق صادق
 شده در کشور ما رسم صداقت متروک
 از چه این گونه مرا ترک نمودی بکس
 یاد ایام صبا و ت که چه خوش دور بود
 یاد ایام سرور و شغف نور و زمی
 آه بودیم چسب بے خبر باز می چرخ
 بلبل افسانه همی خواند چه خوش در بستان
 و چه زیبا پر و خو شرنگ بدین پروانه
 شاید این آتش غم از اثر آتش بود
 یاد باد آنکه بد از شور جوانی ما را
 غم بیچارگی و شادی اقبال وطن
 آه از آن روز که شد ما مطن خوار و پریش
 سر مردان هنر پرور ایران گردید
 بس خزان گشت به یاد آن تم گوناگون
 چه یکم ز سنج و غم بیچاره پدر
 از سر گفتن این قصه جانکن بگذر
 آه و افسوس ندانم یکم میگویم راز
 دل خوش باد و خود باختہ در عید امید
 بس کن کاشده دل نیمه اندیشه خام

تا که میباید کنم درد دل خود اظهار
 شده دلبازانه از مهر و محبت بیزار
 و ز چه اسے یاد مرا ترک نمودی بے یار
 بود ما را هموس بازی طفلانہ شکار
 سحر باد بهار و اثر باد بهار
 پیچ ناز اندیشه ز چرخ خنجر
 می غنودیم چو پروانه چه خوش در گلزار
 که بر آتشکده کلمه غم نمودیم شکار
 که گرفته است کنون خمین عمر من زار
 سر از اندیشه آزادی ایران سرشار
 بود ما را هموس و شغف لیل و نهار
 زیر پای ستم دشمن شوم غدار
 هدف کینه سمرینزه سرباز تنزار
 کشته گشتند عزیزان وطن بر سر دار
 چه کنم قصه زنج و محن مادر زار
 شرح این حادثه شوم مهرس بگذار
 من که انداز باز بحر خاک نه بینم آثار
 میزند چرخ بد و تر خود چوں بر کار
 آتشی خوں شده دست از من بیچاره بار

این جهان گذرانرا نبود پیم
 مادر گیتی هم مرگ جوانان بسیار
 کس نیست در این گلشن یک گل خار
 آتش این فلک پیر تو بازی مشمار
 غور زیا بجز رسیدن نتواند پنهان
 میوش و جان و خردش خاک نگر و بشمار
 نغمه منت و سخن سنجی ز بار یک افکار
 بر عشق گذشتن رخود و در وندار
 اثر نغمه جان است ورنیت و مار
 گر چه از دیده نهفتی شدی گرد و غبار
 در فراق تو بخود سیمه کنم عیبر و قرار
 تا بد امان وصال تو رسم روز شمار
 یا که بر شاخه گل نوحه سزاید چو بهار
 میکنم یاد تو نام تو نمایم تکرار
 روش و راز روان تو کنم استخار
 آں دل حسته و غول گشته زنج و تیار
 غم او را بدل خویش نمایم هموار
 باد همواره روان تو غرق انوار
 پس این نشه بود نشه دیگر ناچار

سنے نے اس مایہ غم و یاس و فراق روا
 پدر پر فلک دید ازین درد بے
 کس ننجیدہ است درین مزرعہ یک جولے غم
 لاجرم زیر سمر گیتی گرد آں رست
 کنہ این مسئلہ را نہ بود منکر و دقیق
 گر چه با خاک قریش گشت تن یا ر عزہ
 مهر و خوش گوئی تاب خندہ جاں پر و راو
 کرم و خوبی و نفاق و وفا و بی صدق
 این را وصاوت و انابت کہ جایداست
 یست ترے با و تو دایر گشتی نابود
 پس ازین در خم زے تو شکلبا گردم
 وز ہامی تدم در غم و صلت دایم
 لنگے در چمن دشت چور وید تنہا
 غم تنہائی و عشق تو بود در دل من
 بر سر آب روان و سمر گلشن چو رسم
 بیشتر انس ترا از دل مادر جویم
 مہر و دلدار می او پیشہ کنم ہموار
 برواے بار کہ فردوس مکانف باوا
 گر چه زین نشہ گذشتی و دل نا بردی

سید شرف الدین ابنی رشتی

شرح حال خود

گوش کن شرحی از احوال نسیم
 بنده در قزوین بدینا آدم
 پدرم ایک پسر نورانی پدر
 اشرف الدین کرد مادر نام من
 رفت با بکم سوے جنات انیم
 در یتیمی خانه ام را شیخ برو
 زاهدان بس خانه بار افزوده اند
 من شدم دیوانه از غوغای فقر
 در جوانی با هزاران استلا
 مردی در کربلا و در نجف
 بر سرم زد باز شور ملک جسم
 باز از قزوین بچشم اشکبار
 پیش استخوانم اندر مدرسه

تا غامی گریه بر حال نسیم
 چند سے از بہر تماشا آدم
 مادرم از عترت خیر البشر
 ریخت شہد معرفت در کام من
 من شدم شہد شاہدہ در قزوین نسیم
 ملک و مالم لانا داد غصب بخورد
 ہستی بے چارہ بار بار دہاند
 در بدر گشتم ز اسبیلای فقر
 نسیم از قزوین بسوے کربلا
 متکلف بودم بصد و جد و شغف
 آدم از کربلا سوے عجم
 جانب تبریز گشتم در سپار
 ہیئت و جغرافیہ و ہند

صرف و سخو و فقه و تفسیر و کلام ،
 در هزار و سی صد و بیست و چهار
 که دم ایجاد این نسیم نغز را
 چون بطهران پارلمان آلیس شد
 بعد چند از تقاضای زبان
 کشته گردیدند با خون و خطر
 در دلیالات انجمنها بسته شد
 سال عکس (۱۳۲۰) انبساط روح شد
 باز در گیلان هویدا شد نسیم
 در هزار و سی صد و سی شاه روس
 سال غلب (۱۳۳۲) جنگ عالمگیر شد
 منقلب گردید اوضاع فرنگ
 آتش اندر جان بدبخت افتاد ،
 از هجوم بلشویک داد خواه ،
 قطعی سخن که صبر از دل ر بود ،
 در حساب ابجد می هم بے دروغ
 در هزار و سی صد و سی هفت باز
 لیک دنیا باز در هم بر هم است
 صلح می خواهند لیکن صلح نیست

جمله را یک دوره خواندم و السلام
 چنانکه شد مشروطه این شهر و دیار
 عطر بخشنیدم ز بولیش مغز را
 جنگ جن با شکرا بلیس شد
 شد حیاط پارلمان بمباران
 " صور اسرافیل " بانجمه دگر
 در مجامع هم دهن هاسته شد
 بار دیگر پارلمان مفتوح شد
 مردوزن ارواح بختا شد نسیم
 حمله و در گردید سوسه ارض طوس
 شهر بمباران و تسخیر شد
 غرق خون شد جمله اوضاع فرنگ
 پاوشاه روس از تخت افتاد
 نیکگاه روسیه شد بے کلاه
 در هزار و سی صد و سی پنج بود
 ماده تاریخ قطع شد شلوغ (۱۳۳۹)
 باب رحمت شد بر خالق باز
 در فرگستان بساط ماتم است
 کس نمیداند طلائع کار صیت

شرح آں قحطے و آں رنج و عذاب با اشارہ درج شدہ در این کتاب

عاقبت ایران

میشود دنیا بکام اہل ایران اے نسیم
 آفتاب معرفت گرد و درخشاں اے نسیم
 از فضا کے لامکاں باوہشتی میوزد
 دشمن اسلام از حسرت ہی لب میگذرد
 از سعادت و دوری گرد و زسرا و سوسہ
 کو دکاں مشغول تحصیل حساب و ہندسہ
 مزروع بآب دلما آبپارمی میشود
 چشمہ ہائے علم در این خاک جاری میشود
 مادران در تربیت مشہور و دوراں میشوند
 کو دکاں در مدرسہ با علم و عرفاں میشوند
 بعد از این بیگانگان نہ امر حق گرد نہ خویش
 آب مینوشند در یک چشمہ با ہم گرگ و میش
 مردہ از قبر بر خیزند با وجد و سرور
 یعنی امروز است بہر بیچیاں یوم بطور

می نماید شادمانی ہر مسلمان اے نسیم
 نور باداں میشود ایں شہر طہراں اے نسیم
 بلبل قدس الہی بر سر گل می خرد
 بہن می گرد و با طعیش غباں اے نسیم
 میشود ایجاد در ہر کوچہ لے یک مدرسہ
 نقشہ جغرافیہ در دست طفلان اے نسیم
 شیخنا دق میکند ظالم فراموشی میشود
 مرد و زن لذت برند از علم عرفاں اے نسیم
 دختران از معرفت شیریں تر از جہاں میشوند
 میشود ہر کوچہ لے پر عروفاں اے نسیم
 مومنین را بیع مکر و بے نی آید بہ پیش
 میدہد روح القدس بر مرد و جاہل اے نسیم
 با کفن بیرون چند از مقبرہ اہل قبول
 روشنائی اوتند در سطح امکاں اے نسیم

عقل با روح با مغز با یکساں شوند
 و آنکه این بیچارہ حیوان ہا ہمہ انسانند
 میشود و یو بہالت کشتہ در گودالما
 خوار میگرددند این بیکار ہا را مالما
 خاک محنت نیز این تاج دنیا میشود
 غار فاسد اجالت و تماشا میشود
 راہ آہن یکشد آخر قطار ابد قطار
 بس در گمخانی بیند دریں شہر و دیار
 در فراستہ جلوہ گر گردد قدر عنائے صلح
 صیغہ صاحت اینخوانند در مضائے صلح
 شاخاں طابہر شہر و امنان نخواستند
 مغز ہاے کمنہ مشتے استخوان خواہ شدن

از طور علم مشکما ہمہ آساں شوند
 این نفاق و اختلاف آید بہ پایاں کلیم
 میدہد تنییر علم و عقل، براحوالما
 ساحر و جن گیر ہم گم و نہ نہاں اے نسیم
 اندر و ہر علم و ہر صنعت نہایت میشود
 متصل میگردد این قزوین گیلان کلیم
 آب شیرین بچشد این ساکنان شہرہ ار
 ہر لہ اے می خورد مرغ و فنجان کلیم
 میشود دنیاے کمنہ بعد ازین دنیا صلح
 آمد یک و آنکلس و روس و آلمان کلیم
 گنجا پیدا از خاک طالق نخواستند

مغز ہاے کمنہ مشتے استخوان خواہ شدن
 میشود دنیا بکام نوجواناں اے نسیم

غزلیات

ملک اشعرا بہار خراسانی

شمعیم و دلی مشعلہ افروز و دگر پیچ
 انسانہ بود معنی دیدار کہ دادند
 حاجی کہ خدا را بحر مہجست چہ باشد
 خوابی کہ شوی در ہنر استاد زمانہ
 روزے کہ دلے را بہ نگاہے ہوا زند
 زین دستہ چہ خوابی کہ بہیں پیشہ و رانش
 ز درہ ہرگز مطلب علم کہ اینجا ست
 خواہر بدل عمر بہار از ہمہ گیتی
 دیدار رخ یار دل افروز و دگر پیچ

(۲۱)

دلفریباں کہ بکا بینہ جاں جاوار نہ مستبدانہ چرا قصد دل ماوار نہ

دلبرال خود سرو سربازی در دسی صفت
 نگاه لطف است و خوشی کاو تخت عتاب
 خوبرویان اروپا چه و مردن ما
 بر چه در قاعده حسن سیاست جمال
 عاقلان را سر از دهنی استقلال است
 صفت مخرجان تر دست سیاسی است
 دل سکن من از قرض یک بوسه گذشت
 بجه قانون سپه ناز تو ای ترک پیر
 این چه صحنی است که در داخله کشور دل
 بگیمسیون غریض چه کنم شکوه تو
 ما بتوضیح دو چشمان تو قانع نه شویم
 و رپناه سر زلف تو بهار است
 حکم فرما که در محله حسن و جمال
 را از داران تو در انجمن کمال
 دل غارت شده در محضر عدلیه عشق

سخن تازه عجب نیست ز طبع تو بهار
 که همه شمر قیاس منطق گو یا دارند

تا بکنج ببت آس خاک سپه رنگ افتاد (۳)
 نافه را صد گره از خون بدل تنگ افتاد

س خط است بر آں عارضی نقش و نگار
 یسب از سبب چنان است که مرگ شود
 در همت چشم من از هفت بقا کشید
 از دل گم شده خویش فرو بستم چشم
 دامن اندر دست تو نه کرد است
 زنگ محویت که در دفتر از رنگ انی د
 گشت ناخ ر غم زرد که نا رنگ افتاد
 در پست کاردین از گام بفرنگ افتاد
 تمام ادانت گم شده و چشم افتاد
 زان من که از او خون بدل رنگ افتاد

که در چوب بگرد چند نایب غزل آنگاه
 چنگ در دل زد و با چنگ هم آنگاه افتاد

اگر تو زخ نکشائی من نخواهد شد
 تو پاک باشی بر آں آلوده حجاب ترس
 اگر بر آں سر آید با هر که روزمر
 گرم زنی چو قلم بند بندای سر من
 زن و خوبی تو بیت کم نخواهد شد
 کسب بعید غزل نیرم نخواهد شد
 کنی سیاه زلفت قسم نخواهد شد
 ز بند گیت جدا یک قلم نخواهد شد
 رقیب گفت بهار از تو میرشد بهیات
 بحر مفت کس مضم نخواهد شد

(۵)

اے ز گشت سخلق در فتنه باز کن
 چشمانت را خد بودا و دین رقیب
 لغت چو نونه دست و دین آو سنج
 باور در دین میکده بهب باجم ریز
 دست نعل تو دست تظاول در از کن
 بچو به بطن کبان زمرگ است از کن
 با کوه به تحقیقت و از بر مجب از کن
 شیخ از درون صومعه آمدن از کن

باشمناں ز ترس دم از دوستی زدیم چوں ملحدے بخاطر مردم نماز کن
 کار بہار دیار بدور نیست کہ بہت
 دایم بہار نماز کش دیار نماز کن

آقائے حبیب یغمانی

(۱)
 تہ کہ در جوانی تا کنسم خوش زندگانی را
 چہ سود از زندگانی چوں تہ کہ در جوانی ما
 بود خوش بختی اندر سعی و دانش در جہاں ما
 در ایراں پیرومی باید قضاے آسمانی ما
 بقیع رشتہ جاں عہد بستم با بہا با خود
 بکن آموخت گیتی ست عہدی سخت جانی ما
 بجوید عمر جاویداں ہر آنکہ بچو من بیند
 بیک ست ام فراق اندوہ عمیر جادوانی ما
 کے آگہ می شود از روزگار تلخ اما کایاں؟
 کے کو گستر دہر شب بساط کامرانی ما
 براہاں خون دل از دیدہ افتادن کجا داند؟

بسا غرا آنکہ می ریزد شرابا رغوانی ۱
 مذاقت تلخ تر از صبر بونے چوں نایق من
 تو ہم اے ناصح ارسیدہ می آن شیریں زبانی ۱
 وفا و مهر کے دار و جیسا آنکہ می خواند
 باسم اہلبی رسم وفا و مہر بانی ۱

نہیں پس باید کہ در راہ عمل زدگام
 و اندر آں رہ کرد اندر ہر قدم اقدام
 شام جمعے بچو صبح و صبح تو سے بچو شام
 دانے گردانند بجا این صبح ہا این شام
 کامرانی نیست مخصوص گروہے خود برت
 کام خود ز آناں گرفتن باید اے ناکام
 آنکہ خون بنجبہ را بچو سے در شیشہ کرد
 کہ خوش را بید بچو سے در جام
 اختیار جس و اعدام کساں در کف نگر
 ناکسائے ناکہ باید جس ہا اعدام
 مالک و دہقان غنی و سبیزا شاو و گدا
 محو باید کرد و داندو سے زمینیں این ناہما
 یک طرف تسبیح بنگر یک طرف تحت الخنک

شیخ را باشد بر اے صیدِ حلق و اَما
تا بکے تقلید بک دیگران بایست ریخت
طرح از نو، چو طرح خوابه ما خیا هما

(۳)

ز انقلابے سخت جاری سبیلِ خوں بایست کرد
دیں بنائے ست پڑو سر میوں بایست کرد
از برائے نشہ آزادی زباں باید کشاد
از شجاعیتوں ماهر، مذہبوں بایست کرد
تا کہ در نوع بشر گردد تساوی بر تمام
سعی در انحاء نقاب و ششوں بایست کرد
ثروت آنکس کہ می باشد دُفروں باید گرفت
و آنکہ کم از دیگران داد دُفروں بایست کرد
منزل جمعی پریشان مکن تو می ضعیف
تصبر بای عالی اشرف و دین بایست کرد
ہر کہ بار از بیت و منہل میشود بایست گشت
آرے از تن خون فاسد، ابرووں بایست کرد

(۴)

در مرتبہ باید مرد چوں چرخ بریں باشد
در دست نداد ایں قدر در زیر زمین باشد

در مذہب من بدنام بہتر بود از گستاخ
 بجزیل امیں از نیست شیطان بعین باشد
 در کمر تبا باید چوں خس تنگ ویرے داشت
 در تفرقتہ ناچار آں در کہ وزیر باشد
 زین زندگی یک شکل منسہ وہ نہ لے کاش
 یا بہتر رہیں گے دیا با تر رہیں باشد
 شاید کہ ضعیفاں را اضعاف شود بہتر
 در گیتی اگر مجرہی دستورین باشد
 وضع غنی و درویش آں یہ کہ شود تہین
 یک پند پنہاں می بود یک چنہیں باشد
 اشعار بیت از نیست مطلوب بود معذور
 کے شعر ترا نگینز خاطر کہ خزین باشد

(۵)

زیادہاں ہر کہ یادش مہرباں تر	از او نبود گیتی کامراں تر
ہمہ سہ طلقاں نا مہرباں تر	وز آہنا ماہ من نا مہرباں تر
تمام دلہراں شیریں زباناں تر	وے دلہاں شیریں زباناں تر
بہاے بوسہ دادم جان و شاد م	کہ جاں از بوسہ اش بود تراں تر
گر انسانی، بخور محو انا مکہ گفتند	کنند محو آہنجاں را آہنجاں تر
جوانی خوش بود گر بگند رانی	بوصل دہرے ز خود جواں تر

۴۷
 اگر از کار دانی بہت بردی بگوئش از جاں کہ گرد می رواں تر
 و گشتی توانا تر مکن جور مباش این ز خشم ناتواں تر
 باستادی حبیب می شناس
 ازین اشعار المثنوی رواں تر

آقای ناصر الدین خان سالار شیرازی

(۱)
 نرگس قباے سبز بر ایستاده است در سیم گوں طبق قمع ز در نهاده است
 انگنדה سر بر زیر ز شرم رخت و لے چشمان شوق پیش و پشت کشا است
 منبل صفت بنفشه ز بوے ز بوے تو گشته است بقرء و بخود تاب داده است
 از زاله پر شده است نو کاسه لاله را یا بزم دوست آقد حویر ز بادو است
 آورده بید شک بشارت چو از بهار بر پایے بوس بسوزد پایش قناده است
 آب است یا بلور و درختان گنار سرو یا چو پیادہ ما ہمہ پر سیم سادہ است
 گلبن کہ مادر است گل سرخ باغ را ہرگز گلے بخوبی رویت نزاہدہ است
 سالار تا کہ مات زخ ناز زمین تست
 بس شہسوار شعر کہ پیشش پیادہ است

(۲)

کله نهاد بفرق و بزم نقاب گرفت
حجاب ابرو خسار آفتاب گرفت
کشود چهره علی غم مدعی از خلاق
خطا گیر بر او کوره صواب گرفت
نگند چادر ذلت بجلوه شد طاؤس
تندرو من ز بدن میت غراب گرفت
پنجه کیسوی همچون کند دابے چا
گلوه شیخ ریاد از غم طناب گرفت
نه کرده سمرخ لب از غازه بهر آئینه
ولے ز خون دل بلبل خضاب گرفت
از آل بگردیدار اید آفتاب جمال
که چشم مردم بند ز جلوه تاب گرفت
عرق نبود که از لبے پاک پاک نمود
ز برک نازک گل قطره کلاب گرفت
نخواست شربت شیخ ریاب به مجلس وعظ
مرا که بود چو سیمرغ گوشه عزلت
کنون که خطه طهران از آن بود آباد
عجب مادر که همراه او دود سالار

کے کہ دید غلماے شاعر شیراز

ہزار نکتہ باستاد فاریاب گرفت

(۳)

چو بہ مسجد خیر نیست کلیسا برویم
ہے طلبگاری آں دلبر تر سا برویم
حرف حق را ہمہ منصور صفت باید گفت
گرچہ بردار از آں گفتہ چو عیسا برویم
دوستان! بجز از دشمنی و جیلہ چو نیست
بہ کز ایشان بہ پناہ در اعدا برویم
لنترانی شنوم گر بہ متن اصدبا
باز سبیش ازنی گوے چو موسا برویم

زن و فرزند و اقارب نبود یا سفر
من و دل برد و دریں بادیہ تنہا برویم

(۴۱)

بے سہی قد تو اسے سرو خراماں چلنم بے سہ پہر تو اسے مہر و خشاں چلنم
دیدہ گیرم کہ گرفتارم ز تماشا کہ حسن عاقلان بادل دیوانہ نادان چلنم
ہمہ آفاق در اوصاف تو حیران مانند متحیرم تو من حیران چلنم
قصہ کافرو موہن بنہ اید و ست کہ سن بے نیت و نفاق تو با کفر و ایمان چلنم
شعرین چون شکر و شور بسر چوں فرخاد
بے لوشیریں سخن اسے خسر و خواب چلنم

(۵۱)

ہجر از در و مرا فک و صالے کردم شاد ماں خاطر خود را بخیا لے کردم
در رہ وصل تو پایے طلب از سر سازم اگر از دست فراق تو مجا لے کردم
وصل تو گرچہ دروغ است چو دل غم است ز من وعدہ و ادا و از او دفع ملا لے کردم
گریہ این نیست بی شستن چوں دل مست اگر از دیدہ رواں آب لے لے کردم
حال دل و از غم عشق تو خواہم بتو گفت اگر از دست شتم ہاے تو حالے کردم
ہر کسے شیفہ چیزے دین چوں ستار خویش را شیفہ حسن وجہ لے کردم
یک زماں بود بخت شیر سکارم ہمہ شیر
حالے از ہر غمے صید غزالے کردم

در کش من از ذکر صد فکر صنم به
 از سنبیل و از سبزه و از سوسن و سوری
 شاد و ندرت و قیاس ز جدائی من از دوست
 هر نے که در زمانه ای از عشق نباشد
 جز از لب لعنت بوس بوسه ندادم
 حق نکهت بآلب شیرین تو ام هست
 بر خلق ستم هست اگر رے پوشی
 طاووسی و برتن چه کشی جلد غرابے
 باید که زمانه می برمی آه بوس شیراز
 دینار و درم گر بود بدل صنم کن
 نه مانج بجا باشد و نه تخت ز جشید
 از این نعمت که خدا داد بآلار
 شد نعمت وصل تو ز انواع نعم به

بوسه ای ز علم و ادان نگار روحانی
 در فکج گیدیش با و دل شویم از جمع
 ترک چشم خون زبزش غارت دل دیں کرد
 دوش ذکرے از زلفش شب بکلفه زندا
 دست اهرمن افتاد خاتم سلیمانی
 موبو بیاں سازم شرح این بیکشانی
 کفر زلف هندویش ز دره مسلمانی
 تا سحر نشد کوتاه آں حدیث طولانی

بے تمیزی عیاں کردہ روزِ بپوشِ شب
 دفترِ کیاں برخواں شوکتِ عجمِ میداں
 در غمِ وطنِ خواہاں ہجو پیرِ کنعانی
 سودا ہشتاد اگر دمی دستِ بایرِ طانی
 استخاد با آلمان بہرِ بازیادار
 ملکِ میرود از دستِ بیکِ سخی جہدِ کن
 گفت این غزل سالہا تا بوجد و شوقِ آید
 روحِ حافظ و سعدی و نوری و خاقانی

میر حسین خاں سعادت نوری

(۱)

اے کہ گفتی در جہاں ہرگز نگے بے خارِ نیت
 ہاں گل بے خار مارا بسکہ در گلزارِ نیت
 در غمِ بارانِ جلفا و کنارِ زلفِ رود
 روز و شب مارا بغیرِ گریہ دیگر کا زیت
 پشتِ باشد خمِ زبا ر غصہ و اندوہ و غم
 دردِ بسیار است لیکن جرأتِ اظہارِ نیت
 با کہ گویم داستانہاے دل پر در خویش؟

یک وفا کیشے کہ با شد محرم اسرار نیست
 با چنین وضع خراب و کج روی ہائے فلک
 کو گئے کاکنوں ز عمر خویش تن بزار نیست؟
 از پے نفرین اعدائے ستکار دغل
 شب بنیسا و مرغ حق کسے بیدار نیست
 در حقیقت منفی تہائے کراوات و کفل
 کمتر از نعلین شیخ و خرقة و دستار نیست

دل مگوں زان بیت نامہربان است
 اگرچہ ساکن کرمانم اما
 بسان زندہ رود از دوری یار
 ز بس دل تنگم آں بہتر نپرسی
 تو گوئی از ازل شد بہرہ ما
 نمیدانم چہ شد کاندہ جوانی
 خرابی از دل تنگم عجب نیست
 ہر آں ذلت کہ آمد بر سر ما
 مدام از گردش این چرخ کجرو
 کہ بامداد ایما و سرگران است
 تمام فکر من در اصفہان است
 مدام اشک از چشم من روان است
 کہ احوال خراب ما چسان است
 ہر آنچہ غصہ و غم در جہان است
 بہار عمر ما ہیچوں خزان است؟
 کہ گنج غم بجنگ دل نہان است
 بجا لم جلہ از دست زبان است
 مرا انگشت حیرت بردہان است
 مزن دم از وفا و از محبت ،
 کہ دنیا فاقد ہم این وہم آن است

(۳)

رفتی و در فراق تو مارا قهر از نیست
 ماداشبانه روز بجز گریه کار نیست
 ریزه چیه نمک غم بسم که بخاک چرخ
 بد بخت کس بان من نگسار نیست
 شام فراق در غم هجران عارضت
 گریاں چو دیدگان من ابر بهار نیست
 از چیت هاں که بلبس بیچاره را بلبغ
 بهر بجز پنجر گل طعن خسار نیست
 رو در چمن دے بریا حین نظر نسا
 بند که لاله چوں دل من داغدار نیست
 از دست روزگار جفا پیشه الا ماں
 گویا علاج و چاره بجز انتظار نیست
 غیر از جفا دیکسند و ظلم و فساد و بغض
 از مردمان دون جہاں انتظار نیست
 کم کن فغان و ناله سادات چرخ دول
 کاسید مہر از فلک کج مدار نیست
 (۴)
 مطرب اثب سرخوش است و طرز دیگر میزند

نیک بخت آنکس که با محبوبه ساغر میسزند
 در غم آن خسرو شکر لب و شیرین دهاں
 هر که چون فریاد باشد همیشه بر سر میسزند
 دلبر اینم ترا هر که ببینم دیگران
 چون دهم شرح فراق تو آنکه نوک خامه ام
 آتش اندام و از آن دفتر میسزند
 پیش وے گرد و لبان رو به شیر فلک
 چون بطنی رخسارم خون کبوتر میسزند
 موی داغ نشد پدید از حرص و با آن و سیا
 ایندرو آن در بر اے زراحم میسزند
 داد باید نه براه آن که بادست تھی
 پشت پا بر ملک دارا و سلند میسزند
 شب و روز در خانه خممار در روز العجب
 شمع لافان مسجد و محراب و منبر میسزند
 آتش بر جان تو هر که که بیسند غمی
 بوسه بعل لب یگونی : بر میسزند
 ز فرزند عارضت زلفت تو باشد فی المشام
 همچنان که ... در ... خنجر میسزند

عصر تحت البحر می و طیاره و ماشین و ریل
 شیخ مامن باب جنیت دم از میسزند
 می کند جمیع پریشاں روز مارا ہم سیاه
 شانه تا بر جد مشکین منبر میسزند
 تا سادات زودم از شهد لب دلداریش
 شعروے حد طعنہ بقیہ مکر میسزند

(۵۱)

خدا را آئی که در شهر کراماں
 شود سیل سر شکم زنده رودے
 دلداری برده بے مهرے که باشد
 نگر و دشام بچراں در همه عمر
 بیاد طر و مشکین و لبس
 طبیب حاذقی کو تا بگوید
 ز جبر نارض گلگون دلداری
 شعرا ناستان درد هرا این است
 سحر که در چین این نغمه مکر کرد
 جلال و خیمت گیتی بقاے
 بزن مطرب نوله از سر شود
 که قتل غم و اندوه و حراماں!
 کنم چوں یاد یاران صفا باں!
 فروغ عار غش چوں ماه تاباں
 بنیاد روزی گرگ بیاباں
 در ام حوال ما باشد پریشاں
 بدرد عاشقان خسته در ماں
 سر شکم گشته چوں ابر بهاراں
 که تا جاں را کنند ایشا بجاناں
 فراز شاخ گل گنجه خوش الحان
 نکرده بے بقصر بے سخا قان
 باد از بهایوں شوغز نچواں

دمی زان شیشه منصور دم نیست

بدم روئے ز حکمت دُولِ مہاں

(۱۶)

مردم از دست آں ترک تنائی	قشایم اشک چوں ابر بہادی
نمیدانم چرا آں بعت شوخ	بود از عاشقان خود فراموشی؟
بہ پیش تیر آسم بستم آسا	کند او دعویٰ اسفند یاری؟
زند ہر دم ز نوک مرثیہ خویش	بہ قلب من ہزاران خم کاری؟
نہلیم وجود آں شوخ جفا جو	کنم تا چند و تا کے بردباری؟
چہ باید کرد و کاں عیار با ما	چو دنیا می کند ناسازگاری؟
نمیدانم کہ در عشق و محبت	بود بار اثبات و بانشاری؟
بیاد آں گل سوئی دما دم	بود گلگوں سر شک دیدہ جاری؟
شدہ در بوستان مہر از اول	نصیب ما و لالہ و اغداری؟
بزم دوستان شرمندہ ماندم	خدا سازد سید روئے نداری؟
نباید شکوہ از گردون دوز کرد	کہ گردیدہ سمر در کجہاری؟
صبا از ما بگو با حیل یاراں	اگر در ملک طہراں فے آری؟
بیا کہ دیدہ بسیارے نجایع	زدست گلر خان لالہ زاری؟
خمر کہ چوں شدم از خواب بیدار	ششیم از نسیم جو بیاری؟
برو ایرانیا کن شکر ایند	کہ باتو کردہ اینک بخت یاری؟
اگر دیدہ و زیار ہاں بود ویراں	ز افشار و بلوچ و بخت یاری؟
در انظار ا جانب خلق ایراں	سراسر سر بزریر از شرمساری؟

بجهد الله که شد ایران منظم
 زمین بدو جہد شمر یاری
 شنشاد بزرگ پہلوی آنک
 بر او ختم آمده ایران مداری
 حقیقت وضع کشور گشته امروز
 ز هر سو باعث امیدواری

آقے محمد جواد شباب کرمان شاہی

(۱)

ہر بندہ را کہ داور کیت کمال داد
 فرخندہ نعمت کہ ندارد و ز دل داد
 مال و منال زمینت دنیا بود و لیک
 شاد آن کس کہ زیب وجود اکمال داد
 عقل و کمال زمینت مردم ہر کہ داد
 ایزد و نرین دودا و نکو تر خصال داد
 بشد از جن جن نہ فریب تر اہمال
 گو خود فریب نوع بشر را ہمال داد
 دنیا و نعمتش چو غلال اند یا خیال
 عاقل چلو نہ دل بطلال و خیال داد
 قانہ ایست دلبر دنیا کہ با فیوں
 عشاق را فریب سن و جسمال داد
 پریشیت نفس بار ماست نمود حمل
 کو دل بدین عجز زہ خوش خط و خال داد
 نہاد از این عروس کہ نہ خط با کجاست
 نپذیرد تفتی از بتو و عید و سال داد
 بہ خود خط نہاد و بے یمن چو جان بخت
 کس را نہ قرص نان نہ آبے زلال داد
 پائیزان نہ ہر نہ جالی نہ خود بکس
 ہرگز نہاد امید اگر داد کمال داد

ازین برادریشہ آمال کایں دخت
 دست از مے غرور مشوز آئین شرب
 دستان خویش را نثر آخروال داد
 ہر کس چشید عاقبتش انفعال داد
 کج کفایت جوے و قناعت کہ ہر کیا فت
 اور انقیحہ ہائے کلو بال مال داد

(۲۱)

خلق اگر در عید قرباں برہ قربانی کنند
 عاشقان جاں برخسے جاناں باستانی کنند
 در بر عشاق جاں باشد متاعے بس سبک
 کافرندار یار خواہد جاں گرانجانی کنند
 دیدہ و دل ہر دو جائے تست پسند از وفا
 کایں دو جا از گریہ و غم رو بویرانی کنند
 بر رخ روشن پریشاں تیرہ زلفت امکان
 تا پریشانی کم اظہار پریشانی کنند
 گر تو یلی دشمن رخ برقع براندازی یقین
 ہچو جنوں خویش را جمعے بیابانی کنند
 بر سخندان روا باشد ملامت ہر را
 بارخت شبیدہ گر از رونے نادانی کنند
 یوسف مصر حالی در فراقت عیب نیست
 عاشقان گر گریہ ہچو پیہ کفانی کنند

خاتمے از لب ترا باشد کہ بر او خیمہ رواں
 دست اگر یابند دعوای سلیمانی کنند
 بندوی آتش پرست خال چشم کافرت
 ترسد آخر زخند در دین سلمانی کنند
 با خیال چشم بادامیت مریاضاں ہسی
 قوت خود مادام را در ترک حیوانی کنند
 شکریں لعل ترا شک نیست کہ بیدار نشیست
 گر کساں تشبیہ بیا قوت رمانی کنند
 (۳)

چنانکہ ابرو گل اندر بہار گرید و خندد
 دل من ولبت اے گلخدا گرید و خندد
 بہ بینوائی فصل خزان و شادی گل
 شگفت نیست کہ ابر بہار گرید و خندد
 دلم سینه کہ از درد یار و گہ بامیدے
 کہ آن نگار شود کا مگار گرید و خندد
 ز ہجر یار و بہ بد عہدی جہاں پس مردن
 روان پاک من اندر مزار گرید و خندد
 بد را اگر بکشند مجرم عشق جسیم
 بپایدار می من پائے دار گرید و خندد

کے کہ ہچو منش با پرمی بود سہر الفت
یقین شباب کہ دیوانہ دار گریدہ خندد

(۴۱)

اے دل اشب انتظار وعدہ دلداد دار
کم تو نیز آخر سرشک از دیدہ خونبار بار
سینہ سینا شود بزم من آں شک پرمی
بر فروز دگر دروازہ چوں گلف رنار
نرگس بیمار وے با مار ز نفس خونمد
کے شنیدستی کہ گیر دانش با بیمار مار
میزندیشم بدل از مرد آں غم خوار دل
واسے بر دل میخلد برے چو از غم خوار خار
خلق گویندم چرا ہوش تو از سر کرد رم،
برد عقل و ہوش و دانش از من آں بسیار
تو از زلفش صبا با خود بتا مارا برد
دو تارا سازد بچشم مردم تا مار تار
بے گل خسار آں گلزار خوبی دایم
بانغان و نالہ ام چوں مرغ در گلزار زار
عبثان ماہ منظر گرچہ در فرخا ہست
ہست ہمیش دلبر من لعبت فرخا خار

باہ من عنبر فروشاں! ابھی ماند شباب
ز آنکہ بردوشش بود اندر لعلت عنبر بار بار

(۵)

دانی اندر سر سودای تو چوں شد دل من
خون شد از دست تو دزدید و بروں شد دل من
طائرے بود ز صیاد گیرزاں عجب ہم
کہ سر انجام گرفتار تو چوں شد دل من
داد بر دم ہمہ جہ پیچ کشم داد نہ داد
تا کہ در سینہ زبید او تو خوں شد دل من
من کجا بادیہ پر نظر عشق کجا
بچنین راہ مرا راہ نموں شد دل من
مرا فراست خط سبز تو چوں مهر گیارہ
مرا ز آتش بتو ہر لحظہ فروں شد دل من
خال چوں نقطہ نون تو برخارہ چو دیر
ببب آں گشت کیو کلفہ نوں شد دل من
گر شباب از توجہ نیست تو جو آراش
جرم من نیست کہ بے صبر و سکون سہل من

(۶)

بادیرہ دلم می گفت اشک از تو گویہ از من

آگاہی او شرط است غماہ از تو و خواہ از من
 چاہا رہمہ ز این سان است کورابر بخندانت
 بلوسف مصری گو تخت از تو و چاہا از من
 تنستی و جاں سختی اے آفت جاویدن
 آموختہ اند این دو کوہ از تو و گاہ از من
 حر با اگر اندر عشق خورشید پرست آمد
 من ماہ پرستم گو مہرا از تو و ماہ از من
 گویند ز دل را بہت در دل عجم ایدل
 کاندرا کول سختش میت را از تو و آہ از من
 بر ملک وجود من چوں باد شے بنشین
 بر دیدہ تو اینک پا از تو و گاہ از من
 در باز می عشق تو مغلوب شباب آمد
 ذآں روے کہ می باشد از تو و شاہ از من

(۷)

روے نیک را نگویم اے پسر خورشید ماہ
 زانکہ زد پیغامہ خسار تو بر خورشید ماہ
 روشن از نور رخ تو شام تار عاشقان
 حاش للہ کہ بود این نور در خورشید ماہ
 مردگان را زندہ جاوید ساز و دیدنت،

اے سیحانم نہ اندائیں اثرِ خورشید و ماہ
 اے سپہرِ حسن ہر جا پائے بگزار می بنجاک
 فخر را سایند بر آں خاک سحرِ خورشید و ماہ
 بامِ تاشام ابرِ افروزی رخِ زلفیں بیام
 روئے نمایند از مشرق دگر خورشید و ماہ
 سنبل و ریحان و عہرِ با شدتِ بر رخ کہ دید
 سنبل و ریحان و عہرِ بیخِ درخِ خورشید و ماہ
 لاف در میدانِ زند حسن تو گر بر آسمان
 تیغِ ابروئے ترا آرد سپہرِ خورشید و ماہ
 فرق بردار از میاں زلفِ سیہ بر رخ منہ
 تا نہ باشد آیتِ شام و سحرِ خورشید و ماہ
 تا دہند آوازہٗ حنّت بگیتی انشمار
 چوں سفیرانند و ایم در سفرِ خورشید و ماہ
 از نظرِ بازان تو دیگر کے آرد در نظر
 گر بود در سلکِ اربابِ نظرِ خورشید و ماہ
 لایقِ نسبتِ نباشد ارچہ چشمِ دل ندید
 تا دہد نسبتِ بتو چیزے مگر خورشید و ماہ
 دلِ معنی داد باید نے بصورتِ درجہاں
 ہست روئے نیک تو معنیِ صُورِ خورشید و ماہ

منع نواں کرد شاں دیدند رخسارت اگر
چوں پری دیدہ شدند آئیم سرخورشید و ماه
آسماں شاید مرا خوانند تا تو با منی
زانکہ بچو آسماں دارم بہ برخورشید و ماه
چوں متقابل با رخت آید شباب از آن بود
شد ردیف چامہ لغزش اگر خورشید و ماه

فصیح الملک حاجی محمد تقی شوہ شیرازی

آں پری روز درم روزے فراز آید؟ نیاید
من بھی خواہم کہ عمر رفتہ باز آید؟ نیاید
پیش از آن کا یام در پیچہ ہم طومار عمر،
نامہ از کوئے یار دل نواز آید؟ نیاید
بر سر من سایہ آں آفتاب افتد؟ نیفتد
در کفن من دامن آں سہر و ناز آید؟ نیاید
ہیچ اندوہ دے آں گیسو نیاید بوسے سوے
بوسے سوئے ہیچ از امید ناز آید؟ نیاید

طفل اشکم گفت بر رخ راز عشقم را بگردم
 طفل برگز در شمار اهل راز آید؟ نیاید!
 آینه بیند آو من بر من دلش سوزد؟ نسوزد!
 ننگ ما آتش نه بیند و گداز آید؟ نیاید!
 عقل آن نیرو ندارد که بگرد عشق پوید
 صغوه برگز در مصاف شایباز آید؟ نیاید!
 این همه سازم بناسازی دور چرخ آخر
 اختر ناساز من با من بساز آید؟ نیاید!
 از هواے خطه ے و ز نهاد مردم دے
 بوے از شیراز علیین طراز آید؟ نیاید!
 عاشق شوریده را در دل نباشد غیر جانان
 در دل محمود جز یاد ایاز آید؟ نیاید!

هر چه کنی کن کن ترک من ے بکار من
 هر چه بر می بر مبر سنگدلی بکار من
 هر چه کشی کشش باد و بزم مدعی
 هر چه غوری بخور مخور خون دل بکار من
 هر چه دهی بد ده زلف بباد ے ستم
 هر چه نمی بنه منه دام بر هگذار من

ہرچہ برمی برمسہ رشتہ الفت مرا
 ہرچہ کنی کنن کنن خانہ اختیاریہ من
 ہرچہ ہلی ہل ہل پردہ زلے چوں پری
 ہرچہ درمی درم در پردہ اعتبار من
 ہرچہ رومی برو مرو راہ خلاف دوستی
 ہرچہ زنی بزنی بزنی مزین طعنہ بروزگار من
 ہرچہ کشتی کشت کشت صید حرم کہ نیست خوش
 ہرچہ شومی بشو مشو ششہ بخون زار من

(۳)

چوں چشمہ او دو ترک کماندار دیدہ
 در چرخ پیچ دیدی ماہ پرند پوش
 ماہے بدین طراوت عارض ننیدہ
 جز زلف او کہ گشتہ بالالے دنگوں
 جز چشم او کہ خاطر باد ابرو خست
 گوئی خط و خوش کچہ ماند بدین جاں
 در تار زلف او ست متیہ ہزار دل
 چوں زین شگرف درمہ لبتی شنیدہ
 چوں ایں جمال درمہ کشمیر بودہ پیچ
 رضوان خلد کاش بدی تاش گفتہ

چوں زلف او دو طرہ طرا دیدہ
 در باغ سپنج سرو کلمہ در دیدہ
 شوخے بدین حلاوت گفتا دیدہ
 از شاخ سرو مشک گیر نسا دیدہ
 خنجر بدست مردم ہمہ دیدہ
 در یک طبق بنفشہ و گلن دیدہ
 در یک رسن ہزار گرفتار دیدہ
 چوں یں ہمارہ ہمہ گلزار دیدہ
 چوں یں بکار در ہمہ فرزند دیدہ
 جوئے بدین ملاحہ خسار دیدہ

ماند خوش بقدر گل پر بار داسرو بر سر وایے عجب گل پر بار دیدہ
 غافل چنین ملامت شوریدگان کن
 آں جلوه بائے دے پری واردین

(۴)

تو مرا جائے بجاں داری و پیدا است که داری
 در دل و دیده مکان داری و پیدا است که داری
 لاله در غالیه پوشی و پیدا است که پوشی ،
 ماه بر سر و رواں داری و پیدا است که داری
 ننگری سحر کس از سخت این طرفی که هر سو
 فرقه را گمراں داری و پیدا است که داری
 کرد و باخم ابرو دے قرین غمزه جادو
 طرفه تیرے بلباں داری و پیدا است که داری
 روئے زیبا بر و صد پرده نهان داری لیکن
 بد و صد پرده نهان داری و پیدا است که داری
 دهننت پیچ نه پیدا است و لے گاؤ تبسم
 عقد لوب و بد ہاں داری و پیدا است که داری
 از میانت اثرے نیست عیاں لیک ہر سو
 ز و حدیثے بمیاں داری و پیدا است که داری
 نہ کنی چشم بہو دیدہ و پوشیدہ چہ گویم ،

چشم بر شاہ جہاں داری و پیدا است کہ داری

(۵)

روئے بنمائی و دل از من شوریدہ ربائی
 تو چہ شوخی کہ دل از مردم بے دیدہ ربائی
 من گویند کہ چوں دیدہ شود دل بر باید
 تو بدین حسن دل از دیدہ و نا دیدہ ربائی
 خاطر خلق بدین روئے پر می و استمائی
 طاقت جمع بدین موئے پریشیدہ ربائی
 آنکہ اورا نتوان دل بد و صد شیوہ بودن
 تو بدین روئے خوش و خوش پسندیدہ ربائی
 ہمچنین لعل لباب پیش درخت گل سوری
 گر بجنبد می تو دل از غنچہ خندیدہ ربائی
 دگر از چہرہ تابان تو در دست دل من
 نیست باقی کہ بد اں گیسوئے تابیدہ ربائی
 تو کہ خود فاش تو اتی دل یک شہر بودن
 دل شوریدہ روانیست کہ دزد دیدہ ربائی

میرزا ابوالقاسم عارف قزوینی

(۱)

لباس مرگ بر اندام عالی زیباست
 چہ شد کہ کوتہ وزشت ایں قبا بافت است
 بیار بادہ کہ تار او نیستی گیسو مہ
 من آزمودہ ام آخر بجائے من بنفاست
 گے ز دیدہ ساتی خراب دگر از مے
 خرابی از پے ہم در پے خرابی ماست
 ز حد گذشت تعدی کے نمی پرسد
 حد و خانہ بے خانمان ما کجاست
 برائے ریختن خون فاسد ایں خلق
 خبر دہید کہ چلیز پے خجستہ کجاست
 بگو بہ ہیت کا بینہ سر زلفش
 کہ روزگار پریشان ما ز دست شاست
 چہ شد کہ مجلس شومی نمی کند معلوم
 کہ خانہ خانہ غیر است یا کہ خانہ ماست
 اگر بحالت عدلیت پے برد شیطان

کب مدلل تقصیر ز آدم و هواس
 بہیں بجائے محبت چہ محکم است شکست
 بظاق کسری خوردہ است و بے ستون بجاست
 اگر کہ پرودہ پیفتہ ز کار می بینی
 بچشم غارت و عامی دریں میان سواست

(۲۸)

ز خواب غفلت ہر آن دیدہ کہ بیدار است
 زوہ است یکسرہ خود را براہ بدستی
 بپلیں مخفی و نابود، خستہ بخت ہمار
 تو را از آن چہ ہزار گد امر در تقصیر
 تو تحت عمل زوہ و در اہرن مطلب
 گرفت و بے و مارا بے یق قطع فروخت
 بنو بقل منہ یاد آستانہ عشق
 ہر آن سر کہ نہ از دست و طش ابری
 تو پایدار می ہیں غارت اگر بدار و د
 گماں مدار کہ از حرف مست بردار است

(۳۱)

سپاہ عشق تو ملک جود ویراں کرد
 بنائے ہستی عمر بجاں کیان کرد
 چکویمت کہ چہ کردہ است خواہی اردانی
 بدان کہ آنچہ کہ تا یاد بفتلواں کرد

چه کرد عشق تو عاجز گفتنم آن کرد
 خایه خط زلفت کند پریشان نش
 آنی آنکه به ننگ ابد چار شود
 با شیر غیور دراز دست بگو
 خرابی آنچه بدل کرد وای حسنش

چو جغد بر سر دیوانه باسه شاه عباس
 نشست ناف و لغت بوج خفاں کرد

(۴)

آنکه را شد مهر دل
 مایه رفت تراز دل چو که نیست
 فبله کشید پیش چشم از آنک
 بسکه هر کجا رفت و برگشت
 نیست حرام با خسته تمام
 بر ازین ضرر ابله گم
 هر دو ناما کسیم کرد گرسیم
 ازین هر دم در درستی است
 نه وقت این قدر لاف تا بک

نیست دست من اختیار دل
 غیر ننگ و سار کار و بار دل
 بود بهر من درفش ر دل
 دیده شد سفید ز نظار دل
 تو بود نام در قمار دل
 خم گنم کمر زید بار دل
 دل بجای من من بجای دل
 و نه شکسته کی است عتباد دل
 شیر عاجز است از سکار دل

مقتدر تمیز خسروا شدند
 محو در کف افتاد دل

(۵) ہر وقت ز آشیانہ خود یاد می کنم
یا در غم اسادت جاں میدہم بیاد
نشد از فغان من دل صیاد و من میر
جاں میکنم چو کوہکن از تیشہ خیال
من بے تجھ ز خانہ خود چوں سرخسے
بد سختی از برے خود ایجا د میکنم
بہ ہر درے کہ مملکت آباد میکنم

شاید رسد بکوش معارف صدائے من
زان است عارف این ہمہ فریاد میکنم

(۶) محیط گریہ و اندوہ و غصہ و محنم
منم کہ در وطن خویشتن غریبم و زین
بہر کجا کہ قدم می خنم بکشور خویش
طبیعت از بے آزار من کہ بستہ
نہال عمر مرا میوہ غیر تلخی نیست
چو شمع آب شدم بسکہ سوختم فریاد
چو گشت محرم بیکانہ خانہ بہ در گور

بگو بیار کہ اندر پے ہلاکت من
دگر مکوش کہ خود در ہلاک خویشتم

(۶)

خم در طرہ طرایار یکدہ ہیں
ہپاے دل زخمش صد ہزار سلسلہ میں

از اس کند خم اندر خمش سخا ابر دست
نگر قیامت از سر و قد و قامت او
مکان خالی بد نبال چشم ابروی یا
بغیر چشمش ز در آه دل سپرد زلف
اگر اثر نکند آید دل سپرس چرا
لب و دہان تراست بہیچ زدند
اگر فروخته ام دین و دل بغیرہ یار

برآہ بادیہ عشق آمی و عارت را
ضعیف و خستہ و بدخوار پیر آبلہ میں

آقائے محمد یوسف اودہ غمام ہمدانی

(۱)

بیا فرید خداوند لم یزل ما را
مباش در پے کشف رموز دانا یا
ز ہم گفتہ ہمچو خودی شوی عاجز
تو اس نہ کہ شناسی فضیلت انسان
بکہ اہل نظر کار خود قیاس کن

کہ لایزال اطاعت کنیم و انا را
کہ ہمچو حل نمودن کردن این معما را
چگونہ فہم کنی گفتہ ہاے دانا را
گس چگونہ تواند شناخت عطا را
کہ فرق ہست ہم مردہ و میجا را

جہاں ز ستر نہاں آگفت در نعلی
کہ خوب و بد نشاند کا پیہ را
اگرچہ باد و زحمت کن کند از پنج
زجائے خود کند کو پایہ بر جا را
کسے کہ دے پری داندیدہ کے دانہ
کہ حال چیت دل در دمند شیدا را
نہ غصہ شکرے خوردہ و نہ حسرت قند
پہ غم ز حال کس طوطی شکر خارا
غرق بہر بلا را چہ سود خواهد بود
از ایں کہ درو و گمست قعر دریا را

غلام عیب فراوان خود نمی بینی
مگر بدیدہ کشتی خاک پایہ سینا را

(۲۰)

بر کن ز سپینہ ریشہ فکر تباه را
بادست خود ز پایہ بکش نثار را
بامردم بزرگ مزین لاف ہمیری
بکوہ سحر می نسزد بزرگ کا را
شرط است علم و عزم و عمل و انگیز ثبات
تاج کنی تبارک مردی کلاہ را
خود را بزرگ دیدی و پای مال غم شدی
بکشتای چشم و رفع کن ایں اشتباہ را
تقصیر خود ہیں چون نادیدی کہ در جہاں
بر در کس ندیدہ سر بے گناہ را
تا میتوانی آتش و لب خاموش کن
گذارد بر فلک برود دو آہ را
پیوستہ خیر خواہ غنی و فقیر باش
سیراب کن چو آب درخت و گیاه را
مالت فزون و جاہ فزون تر شود اگر
صرف شکستگان بکنی مال جاہ را
ایں جاہ و سہروردی و توانا بیت خدایے
دیرے نمی کشد کہ گدایے کند بہ شہر را
بہر چراغ کلبہ درویش برف و زحمت
دست قضا بطاق فلک حرم را

۱۰۲

جز خست و عذاب نہ بینی بجز خویش گزشتنوی سجاں سخن خیر خواه را
و اندک جام محنت عالم کہ در جہاں
دیدہ است تیر و سختی و درد سیاہ را

(۳۱)

امروز درین خاک غم انگیز کے نیست
بودیدہ گلوے ہمہ ز شدت افشاں
گر قفلہ اسے فتم از این جا بچہ علت
ما صبح کہ دو صد حرف زندہ از پیہ پند
بیہودہ زندہ ام طبع لاف کلیسی
کنشود دلت تا بکون از دم واحد
و اتی سخن مشن چو در تو نگیسر و
گر کہ نہ باشی ز کبر بچہ علت
و تے کہ ترا دہدہ کشا بند بہ بینی
ما نغامت نظری نیست و گر نہ
اندیش تو تا گلشن مقصود بے نیست

(۳۲)

در بیا بان طلب یا پیچہ سنگے نیست
راستی آسینہ نفس شکستن دارد
گر گشا دست جہاں در نظر خلق چہ سود
کہ بر آں سنگ زخون دل من رنگے نیست
حیف کا نہ خود را این کار کف سنگے نیست
زین فراخی کہ نزع بخش دل تنگے نیست

نیکناماں ہمگی بستہ نامند ہر روز
 راہ عشاقی نئے سطراب آئنا کندوی
 می ندانند کہ آزاد شدن ننگ نیست
 کز نوائے تو در خوب تر آہن گیت
 از چرخسارہ جانان نتوانی دیدن
 نموداں گفت کہ چند از رہ او طے کردم
 گر گدائے تو شد م شاہ ہستم و نہ
 در دل من ہوس تاجر داور ننگ نیست
 خشم او پیشرو خیل ضابطہ غم
 ذال کہ شیریں نشود صلحے اگر جنے گیت

(۵)

بیا کہ دے زمیں جاے زندگانی نیست
 زیر چرخ ہجو کام دل بندانی
 بر آہ عالم عقلی کہ پست دفانی نیست
 کہ زدے خاک سیہ سچا کمرانی نیست
 سفید گرد و زرد و سیاہ آخر کار
 ہمیشہ دے تو گل رنگ از غوانی نیست
 بہرہ صرف مکن نقد عمر خود ز نسا
 بصر فخر کن یا نشمار کہ ثنائی نیست
 بعیش ہمیدہ ضائع مکن جوانی را
 کہ عیش ہمیدہ ہرگز بہ از جوانی نیست
 و گرنہ زشتی خوے بد اں نہانی نیست
 ز علم و دل بود خوے نیک و بد ہندار
 کہ فہم ایں سخن از کار بے آئی نیست
 بخود استی کہ بعیب خود افکنی نظرے
 بد اں کہ پیچ بہ از عیش جاودانی نیست
 ز علم زندہ جاوید می توانی شد
 و گرنہ در ظلمات آب زندگانی نیست
 مراد ز آب بقافیض صحبت اناست
 و گرنہ تے از صورت معالی نیست
 بکوش تا بدیار معانیت بکشند
 مباحث بے خبر و نکست سنج ہجو غم

کہ در مقام نظر ہائے نکستہ وانی نیست

(۶۱)

ساقی بیادہ کہ بوسے خوش بہشت
از سر و گل گویے کہ دہقان روزگار
شاید اگر فرستہ رحمت بخوانمت
از دیگران گنجینہ شد تا بار الفتم
روئے نلوچ خوش تلو دشت دل برد
دلک دلم مقام گزین شد کہ هیچ نیست
بکار نیک کوش کہ نیک کی بری سزا
دیز جہاں بجز غم و بیچارگی نبود
وز تباہی بوسے قبلہ و دل غافل از خدا

می آیدم ز سایہ بید و کنسار کشت
دلکش تر از نہال قدس جہاں نکشت
کز پر تو جمال تو دوزخ شود بہشت
تا روزگار شستہ چون دست شست
بے حاصل است صورت لب و محبت شست
جاوید خانہ ز گل می کنند دشت
اکنون کہ اطلاع نہ ارمی ز سر نوشت
خرم کے کہ پایے درس خاکدان شست
ز ہزار ازیں نماز کہ مسجد نکشت

از مدعی صلاح توقع مکن تمام
خوبی چلو نہ سرزند طبع بر سرشت

(۶۲)

دلہ را بدہ شوخ و دلرباے
بنفایش از وفاے دیگران بہ
فلک را نیست جز دلش خیلے
گراو باشد طبیب و دمنداں
سرم را نیست جز وصالش ہولے
صبا از ہنگامش خاک پایے

پری رخسار و بالابلاے
جفاکاری بہ از ہر با و فایے
سرم را نیست جز وصالش ہولے
صبا از ہنگامش خاک پایے

بجز در چین زلف آں دلآرام دلہ رانیت ماوے و جاے
 دریں دریایے بے پایاں نباشد بجز او کشیم را نا خداے
 زر خالص شود قلب جہانے گراں وصلش بیابد کیمیاے
 نیابی جز ہواش و سنگیرے نہ بینی جز جمالش رہنماے
 ہمیش باہر آں کس گرفتاری تگر دو پادشہ یا لکداے
 کسے شناسدش جز من بعالم نباشد جز غماش آشنماے

نیراسید محمود جواہری فرخ خراسانی

ہر کہ از زنجیر زلف دلہرے دیوانہ نیست در بر ما سلسلہ بالقد کہ او فرزانیہ نیست
 خانہ خود در غور سکنتے جز دلدار نیست نیز ہر دلدار را در غور تر از دل خانہ نیست
 جز بد لہماے خراب ما مجو دلدار ما ز آنکس گنج شایگان اجاے جنویرانہ نیست
 عاشقے آشفتمہ چوں من در سہمیچانہ نے شاہے گل ہمد چوں در عہد فرغانہ نیست
 سکارا دگر گیتی را فسانہ شد نبود شکفت کاد عشق است این کار عاشقی افسانہ نیست
 بس شنیدستی سخن در وصف باغ و بوستاں
 بشنو از فرخ کہ جاے خوشتر از میخانہ نیست

(۲)

چہ بہتے ست کہ یک لہ بگزارے نیست
خوتم از سبزہ نوخاستہ کسارے نیست
تجوا کبک خرامندہ بدشتے نبود
بلبل و قمری خوانندہ بگزارے نیست
نشوئی نغمہ از نغمہ سرایان چین
بانگے ارہست جزا ز مرغ گرفتارے نیست
عاشقے بیدل و آشفتمہ بینی در شہر
درخو عشق چو نیکو نگری یارے نیست
مشتق ارہست بجز زند نظر بانے نیست
دلبر ارہست بجز ترک تسمکارے نیست

داد جاں فرخ و نامدش طیبہ بر سر
خوشدل از غم دل غم دیدہ و غم خوارے نیست

(۳)

کار بزرگ و رتبہ عالی گرت ہواست
با فکر پست و ہمت دوں میں ہوا خطا
منکر بزرگ و ہمت عالی ہا پیش
آں کو در آرزوے بزرگی و اعتلا
بسیار دیدہ ایم و شنیدہ کہ نا کے
بر بود رتبہ کہ نہ آں رتبہ را سزا
پستے گرفت رتبہ عالی از دو لیک
نفر و دو رتبہ ہیج برا و بلکہ نیز کا
امر خطیر پست کند عامل حقیر
در ہر زمانہ سند ایراں شہش یکے است
واک کار پر بہا شود امر و داد ہاست
چوں مرد پست یافت بر این پایگا و دست
ایں لیتی و بلند می ادوارش از پست
دیں دستگہ بذروہ اعلانا دیاسے
چوں مرد پست یافت بر این پایگا و دست
ہست این متعال روشن و خواہی اگر گواہ
سلاطین حسین مادر، روشن ترین گواہ
باش آہنخاں کہ جاے برا و رنگ اگر گنی
گویم جہاں بجائے تو کلین جا تر از سزا

نہ آنچنانکہ گر گزیری شوی کس
گویند ناکس است نہ ای بیایش و است
سیا بدوہ اند شہان گداے طبع
در دلش نیز هست کہ با طبع پاوشت
کار بزرگ بیج بزرگی نہ بخندست
خود را بزرگ کن چو بزرگیت مدعاست

(۴۱)

ز اہل ان خواہند اسیر دامند ویرم کنند
روح من بائے است با این بے حقیقت
حرف مفتی پیش من جز حرف مفتی پیش نیست
باقیہاں دام آہنگ بدل سم از نامک
بیج ندیم گوش ہرگز بر فسون و اعطاس
ناصحاں غیر شفق ز آں کشند سو شیخ
آیت از عشق و فایز ز کفر و دیں و لے
در ہماے ساغر بستم متاع کفر و دیں

شور ہا دارم بہ فرخ کہ گر عنوان کنم
اہلہاں دیوانہ ام خوانند و زنجیرم کنند

(۵۱)

بار وے تو بالالہ حرا چہ کند دل
بے روے تو گلزار دام چکند دل
مقصود دل از ہستی ہستی تو دگر نہ
بے تو ہمہ نعمت دنیا چکند دل
گیرم کہ بخود رہد بہر دل غم آیام
بایں غم جاں سوز تو جانا چکند دل

بستند جھرت دل و جاں عہدِ صبور می جاں صبر نیارست کند تا چکند دل
 دے آنکہ دہی پند بصبر و بشارا نہیں بیش دگر صبر و مدارا چکند دل
 دل سخت فروماندہ بکار غم دلدار
 آخر تو بگو فرخ شیدا چکند دل

(۶۱)

ہم شب زلفے حسرت بخت و دیدن نبود بر رخ کمتر ز مفارقت کشیدن
 نشدن بسوے لبان ندیدن رخ گل بہ اند آنکہ زلفی آتا گل آرزو چیدن
 چہ بطف و دلربائی چہ بقتل و بد ادائی سخن نیست آرزویم ز دہان تو شنیدن
 تو کہ ذوق بندہ ای شناسی زندہ ای زہایں گراں بہا بندہ بیاییت خریدن
 بادب خمش نشستن بودت پندہ دائم چہ کنم کہ در حضورت نواغم آرمیدن
 بودم گماں کہ دادی نظرے نہاں سو گم کہ ترا ز جمع بر من دگر است طرز ندیدن
 بود آں کہ با تو فرخ بمراد دل نشیند
 نہ کہ ما کجا و امید بآرزو رسیدن

(۶۲)

اے زلف او کہ ہوے چوں نائفه ختنی کو تہ چو شام وصال تیرہ چو روز منی
 اے چشم دلبر من دے فتنہ ساز ز من تو ز گس چینی یا آہوے ختنی؟
 اے ترک من کنی ترک وفاے عہد گر زانکہ قتل مرا با خویش ممکن
 لیکن اگر دہی بیان وصل بہ من صد بار چوں دل من در ہر دیش شکنی
 فرسودہ جسم مرا ہجر رخ تو چننا پاک لولا مخاطبتی ایاک لم تر نی

در دلربائی و حسن معروف و منتجبی در بیوفائی و جور مشهور و ممتهنی
 تو چوں گلی و تورا من مرغ نغمه سرا آری گلی چو تورا بلبل سزد چو منی
 دیوانگان غمش گر اینجمنه کلفت
 ہاں فرخا بتقیں تو میرا نجمنی

میرزا محمد فرخی نیردی

(۱)

در چین تاقدمو تو برافراخته است روز بوشب نوحه گری کا دمن و فاختہ است
 برد باگمنہ چر لیئے است کہ در باڑی عشق ہر چو دادا شتہ چوں من ہمہ را باختہ است
 بگمان غلط آں ترک کماکش چوں تیر روز گاڑی است مرا از نظر انداختہ است
 جان من ز اہ دل سوختہ پر ہمیز ناس کہ بدیں سوختگی کا ر مرا ساختہ است
 راستی چشم تو با ابرو سب کج عہدہ داشت؟ تا پے کشتن من تیغ ستم آختہ است
 چنگ بر طرہ پر چین تو زدو آنکہ چو باد تاختن از پے این مشک افتاختہ است
 فرخی دل خوش از آن است کہ میں مردم را
 یک بیک دیدہ و سنجیدہ و بشناختہ است

(۲)

گرچہ مجنوم و صحراے جنوں جاے من است

لیک دیوانہ ترا از من دل شیدامن است
 آخر از راه دل و دیدہ سر آرد بیرون
 نیش آں خار کہ از دست تو در پائے من است
 رخت بر بست ز دل شادی و ہنگام و دواع
 با غمت گفت کہ یا جاے تو یا جاے من است
 جائے را کہ بچوں رنگ نمودم امروز
 بر جفاکاری تو شاہد فرداے من است
 چیز ہائے کہ نہایت بہ بند بس دید
 بخند آفتاب من دیدہ بینائے من است
 سر تسلیم بچرخ آنکہ نیاورد فرود
 با ہمہ جور و ستم ہمت والائے من است
 دل تماشائی تو دیدہ تماشائی دل
 سن بفکر دل و نطقے نہ تماشائے من است
 آنکہ در راہ طلب خستہ نگردد ہرگز
 پایے بر آبلہ بادیہ پیائے من است

(۳)

ہرگز دلم برائے کم و بیش غم نہ داشت
 آئے نہ داشت غم کہ غم بیش و کم نہ داشت
 در دفتر زمانہ قدماش از قلم
 ہر ملتے کہ مردم صاحب قلم نہ داشت
 در پیش گاہ اہل خرد نیست محترم
 ہر کس کہ فکر جامعہ را محترم نہ داشت

با آنکه جیب و جام من از مال دے تھی سٹ مارا فراغتی است کہ جمشید جم نہ داشت
الضاف و عدل داشت موافق بے دے
چوں قرخی موافق ثابت قدم نہ داشت

(۴)

چمن از لاله چو بہناد بسرافسر سرخ
اشک چوں سیم پیدم شد از آن رخ کہ ز غلط
گر چہ من قائل دل دانشنا سہم آما
کے بام تو پیری باز کند بال و پرے
پیش خانہ مارا مکن از کس کہ ز اشک
خون دل خورد دہام از دست تلبس : لبس رنگ
شب مار و زنگمر دوزمہ باختہ شد
تاخت مرگان تو بہ ملک ل از چشم پیاہ
چون سوسے شرق بفران قضا لشکر سرخ
فرخی روے سفید آں کہ بر چرخ کبود
بانخ زرد زیلے بودش زیور سرخ

(۵)

شب چو دستم دست از مے نابش کردم
دیدمی آں ترک خدا دشمن جاں بود مرا
منزل مردم بیکانہ چو شد خانہ چشم
غرق خوں بود و نمی مرد نہ حسرت فرہاد
ماہ گر حلقہ بدر کو فت جوابش کردم
گر چہ عمرے بخطا دوست خطایش کردم
آں قدر کہ گریہ نمودم کہ خرابش کردم
خواندم افسانہ شیرین و بخوابش کردم

شرح حال دل پروانہ جو گفتم باشع
آتے در دلش آگندہ و آبشش کردم
دل کہ خونابہ غم بود و جگر گشت درد
بر سر آتش جو تو کب باشش کردم
زندگی کردن من مردن تدبیری بود
آنچہ جاں کند تنم عمر حسابش کردم

گر خدا خواہد بخوشد بحر بے پایان خوش
میشوند ایں ناخدا یاں غرق در طوفان خوش
باسر فرازی غم یاد طریق انقلاب
انقلابی چوں شوم دست من دامن خوش
خیل دیوان را بدیوانخانہ دعوت میکنم
میگذارم نام دیوان خانہ را دیوان خوش
کارگر را بہر دفع کار فرمایاں چو تیب
باسر شمشیر خونیں می دهم فرمان خوش
کلبہ بے سفت و مقال اچو آدم در نظر
کاخدا سے سر بگیواں را کنم ایوان خوش
فرخی۔ اشیر گیر انقلابی خواندہ اند
ز آئندہ روز اشیر خوار می شیر از پستان خوش

کافذ۔۔۔۔۔ سفید ۳۲ پونڈ

سائز۔۔۔۔۔ $\frac{۳۰ \times ۲۰}{۱۶}$

سرواق۔۔۔۔۔ ۶۰ پونڈ

قیمت۔۔۔۔۔ غیر

